اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ

صحیفۂ اولیٰ از مثنوی نظیر یعنی الکلام من تصنیف شریف حضرت
تاج الکاملین امام الطائفہ جناب مولانا محمد نظیر شاہ صاحب
قادری چشتی رزاقی سلمہ و دامت برکاتہ



باہتمام جناب نواب عماد الملک بہادر مولوی سید حسین صاحب بلگرامی جناب نواب حافظ
احمد رضا خانصاحب معتمد نواز جنگ بہادر و جناب نواب سید محمود انور خانصاحب
اول تعلقدار صرف خاص

مطبع حسب مولوی طبع شد
در صادق الاسلام فضل حسین صاحب

یہ روشن کرے نام کر کام کو
کہ دونوں جہان تازہ میں اسلام کو

نہ فکر و غمِ خسروم باقی رہے
نظامِ دکن ہم سے بھی راضی رہے

سدا یہ خیر ہمکو ہدایت کرے
جو مانگیں ہیں وہ عنایت کرے آمین

جشنِ سالگرۂ امیرِ اسلام بندگانِ عالی حضور نظام خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

کہاں ہے تو اے ساقیِ راحِ روح
بنا ساغرِ دل کو عین الفتوح

چھلکتا ہوا دے وہ جامِ شراب
کہ پیدا ہو پیری میں جوشِ شباب

ہوں گو تازہ وارد نہیں کوئی غیر
ادہر بھی کوئی جام مستوں کی خیر

جھکاتا نہیں کیوں تو پیہم مجھے
سمجھتا نہیں کیا تو محرم مجھے

کوئی بات مستی سے خالی نہیں
طبیعت مگر لاابالی نہیں

ازل سے ہی گو بادہ نوشی شعار
میں بدمست ہوتا نہیں زینہار

کبھی خم کے خم میں چڑھاتا نہیں
مگر نشہ میں بڑبڑاتا نہیں

مری ظرف کی تا خبر دے تجھے
ترا حوصلہ دیکھنا ہے مجھے

پلا جامِ اخلاص بے اشتباہ
ذرا مجھ پہ سیری نظر تو نگاہ

میں گو سب سے بد ہوں پہ خوب ہوں
دعا گوئے اقبالِ محبوب ہوں

شب و روز دھن ہے اسی کام کی
کہ اس میں حمیت ہے اسلام کی

غلط سے سخن لکھوں مدحِ شاہ
کہ ہو فطرت اللہ جس پر گواہ

نہ ترک ہوا ساقیِ ارجمند
طبیعت ہے ممدوح کے حق پسند

یہ شاہِ دکن بدرِ ہندوستان
شب و روز اسلام کا پاسبان

حرم میں مدینے میں بغداد میں
دعا گو ہیں سب آپکی یاد میں

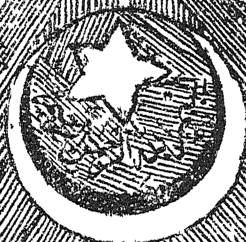
کہیں قوم ہو رہے کہیں اربابِ دین
وہ اس خوانِ نعمت کی ہیں ریزہ چین

مشائخ فقیر اہلِ علم و ہنر
ہزاروں اسی در سے ہیں بہرہ ور

سلاطین کو اس سے مدارہی نہیں
پہ ایسی کہیں فیض جاری نہیں

شجاعت مین شیر افگن و شیر دل — سخاوت مین حاتم صفت سیر دل
خداوند عالم کا یہ حق شناس — شب و روز سرگرم حمد و سپاس
خودی بالمحاظ من و تو نہین — کسیکا مگر اسپہ قابو نہین
بزرگان دین سے اسے سازوباز — ادب اسکی طینت مین ہے عین نیاز
کریم و جوانمرد و روشن خیال — جمیل و خردمند و صاحب جلال
نظر ہے بسیط اسکی ہر راز مین — غرض فرد ہے اپنے انداز مین
لکھے کیا کوئی آپکا وصف تام — کہ محبوب خالق نے بخشا ہے نام
یہ جشن مبارک یہ بزم سرور — برستا ہے اسلام کا جسپہ نور
یہ محفل یہ عشرت کا سب کاروبار — ہے اونتیسوین ۲۹ سال کا یادگار
برس تیسوان ۳۰ ہی جو شامل ہوا — یہ مطلب کہ یہ ماہ کامل ہوا
زیادہ یونہین عمر محبوب ہو — کہ ہر سال اکروز محسوب ہو
سخنے اسطرح قادر ذوالجلال — برس تین سو ساٹھ ۳۶۰ کا ایکسال
لکھون کچھ مین فرصت نہین اسقدر — دعا پر کرون نظم کو مختصر
الٰہی یہ محبوب عالی مقام — رہے پیرو شرع خیرالانام
عطا کر وفادار میر و وزیر — نہو دام اہل غرض مین اسیر
ہر اک چشم بد سے بچانا اسے — حکیم انکھ مین دی زمانا اسے
مشیر اسکے دل سے ہی خواہان ہون — رفیق اسکے سارے حق آگاہ ہون
الٰہی اسے حسن تدبیر دے — جو محبوب ہو تجکو وہ چیز دے
ہر اک عزم مین اپنے ہو کامیاب — رہین اسکے فتح و ظفر ہمرکاب
مدام اسپہ انعام باری رہے — خلائق مین فیض اسکا جاری رہے
ملے صدق بوبکر رض و شان عمر رض — ملے عیش جاوید و عمر خضر ع
ملے حلم عثمان رض و زور علی رض — ملے گنج اقبال و عشق نبی صلعم
غرض ہر عمل اسکا مرغوب ہو — مرا شاہ عالم کا محبوب ہو

آمین



حسبی اللہ لا الٰہ الا ھو

الٰہی ساقیا حکمتِ حق کا جام
کہ شانِ محمدؐ ہی حسنِ نظام

وہ دے جسکے نشہ مین محو نور ہو
ہمارا دل محبت سے معمور ہو

[illegible]ادون مین کب تک ہمارا گذر کی
الٰہی بوسیلۂ نبیؐ عشقِ یار کر

حرم کی ہوس ہے نہ ہو دیر کی
نہ طاعت کرین کسی غیر کی

دکھا دے ہمین اوس رہِ خاص کو
کہ ملتی ہی جو اہلِ اخلاص کو

نہ مغضوب ہون تا نہ گمراہ ہون
مین ہر دم مؤید من اللہ ہون

محمدؐ کے صدقے مین بھر دے مجھے
غرض یہ ہے کہ محبوب کر دی مجھے

آمین

ظہور

پلا ساقیا بادۂ بے خوف و بیم
ہو اللہ صمد و لی کریم

اسی مے کو تو راح اطہر بنا
اسی جام کو حوض کوثر بنا

بڑھا ظرف کر دے مجھے منتظر
کہ ربی علی کل شیء قدیر

شفق ہے سر بام چرخ کہن
ابھی جگمگاتی ہے کچھ کچھ کرن

بسیرے کو جانے لگے وہ طیور
اندھیرا ابھی چھانے لگا دور دور

سنہری ہوئیں حوض کی چادریں
وہ اڑنے لگیں پھر چمگادڑیں

کھڑے ہیں وہ کوٹھوں پہ پدباف بین
لگائے ہوئے آنکھ پر دوربین

افق کی طرف غور سے بار بار
نظر کر رہا ہے ہر اک روزہ دار

چڑھے ہیں فصیلوں پہ کچھ اہل صوم
پکاری خلائق کہ وہ دیکھ قوم

مبارک ہو اے طالبان وصال
دکھاتا ہے وہ تیغ ابرو ہلال

یہ سنکر ہوئے شاد پیر و جوان
مسرت کا ہر سمت چھایا سماں

مہ نو ہوا جلوہ گر دہر میں
وہ بجنے لگیں نوبتیں شہر میں

سلامی کی آواز آنے لگی
شہانے کی دھن کیا رجھانے لگی

ہے افطار کی ہر طرف ہوم و ہام
اذانوں سے گونج اوٹھی بستی تمام

مہ نو کی خاطر ہست پر تنگ
بچھانے لگا سرخ اطلس فلک

دکانوں پہ وہ لیمپ جلنے لگے
ستارے بھی دو اک نکلنے لگے

مہ نو کی کشتی پہ ہو کر سوار
اترنے لگی شام قلزم کے پار

فریضے سے فارغ ہوئے پاکباز
اٹھانے لگا چرخ بھی جا نماز

مساجد سے گھر کو چلے خاص و عام
مہ نو نے جھک کر کیا وہ سلام

وہ بھوکے کہ ان پہ تھا روزہ بار
وہ کھانے لگے فارغ ہوئے روزہ دار

علی قدرِ حیثیت اہلِ دول
سجانے لگے اپنے اپنے محل

سجا خوب سے قصرِ جنت نشان
بنا کعبۂ حیدر رشکِ جنان

پیراستے میں ہر سو ہوئی یہ پکار
رہو اپنے سامان سے ہوشیار

دمِ صبح جاؤ سوہن برنا و پیر
حضورِ شہنشاہ مہرِ منیر

محل ہے جو دیوانِ خاص است
وہاں میر فطرت کا ہے بندوبست

اسی میں وہ سلطانِ عالی مقام
کرے گا سویرے سے دربارِ عام

منادی نے خصوصیت سے یہ سنا
خوشی کا پڑا شہر میں غلغلہ

یہاں ہے جو نزدیک تر اک مقام
کہ جس کا دیارِ محبت ہے نام

وہاں رہتے ہیں سب کے اہلِ وفا
نہیں جانتا کوئی نامِ ریا

مقامِ طرب قلعہ و شہر بھی
وہاں کا ہے دار الخلافت وہی

عجب سر زمین رشکِ باغِ ارم
کہ کھاتی ہے نزہت اُسی کی قسم

اُسی ملکِ خوبی کا یکتا امیر
کہ ہے عشق بازی مین وہ بے نظیر

وہ محبوبِ اہلِ جمال و جلال
وہ مطلوبِ اہلِ کمال و جمال

وہ سرکردۂ اہلِ صدق و یقین
وہ سرمایۂ فخرِ اصحابِ دین

وہ ممدوحِ اربابِ فضل و کمال
ہر اک علم و فن مین عدیم المثال

تعشق کی مشق اوسکو ہر صبح و شام
شب و روز مہر و محبت سے کام

جہان مل گیا کوئی عاشق مزاج
تو سمجھا اُسے فرقِ صحبت کا تاج

اُسی کی تواضع اُسی سے کلام
اُسی کی ملاقات و خدمت مدام

وہ اقبال و دولت کا روشن چراغ
جسے صرصرِ رنج و غم سے فراغ

وہ عالی گہر مالکِ تخت و تاج
یہان سیر کرنے کو آیا تھا آج

وہ دائین کو باب الفرح کے قریب
فروکش ہے وہ خسروِ خوش نصیب

اُسے رای دیتے ہین اہلِ صلاح
کہ عید آگئی ہے۔ اسی مین فلاح

یہان سے روانہ ہون پچھلے پہر
سحر ہوتے ہی تا پہنچ جائین گھر

یہ سُنکر ہوا حرف زن بے نظیر
کہ دیکھن گئے ہم بزمِ مہرِ منیر

خدا جانے کیا اس مین اسرار ہے
کہ پھلے وہ گانے سے دربار ہے

حضوری

پلا مے کہ صَدَقْتَ فِی کُلِّ حِیْنٍ
الٓمٓ ۔ اَنْتَ نُوْرٌ مُّبِیْنٌ

چھکا دے کہ بیشک ہے تو ای وجیہ
کِتَابٌ قَدِیْمٌ وَلَارَیْبَ فِیْہِ

ہین ہستی عشق بار اے حسین
حَمَلْتُ ظَلُوْماً وَاِنِّی اَمِیْنٌ

بسر ہو گئی لو شبِ انتظار
تجلیِ رحمت ہوئی آشکار

نجوم فلک جھلملانے لگے
چراغِ سحر ٹمٹمانے لگے

قریب آگئی صبحِ روشن نفس
اٹھے خوابگاہون سے اہلِ ہوس

وہ ٹھنڈی ہوا وہ ستارونکی چھان
نزولِ صفا کا وہ پیارا سمان

وہ شہنا مین سوہنی کی دہن لطیف
شہانی سے وہ شادیانے کی زیب

کھنچے کس لیے دل نہ ہر تان پر
کرے کر رہی ہے اثر جان پر

سُریلی صدا ہوش کھونے لگی
ستارون کو وحشت سی ہونے لگی

بھری آہ سوئے شب نے بھی تھرتھری
ہرن ہو گیا نشۂ خواب بھی

عیان ہو گیا فرقِ بحر و سراب
روانی دکھانے لگی موجِ آب

وہ بوٹون مین کلیان چٹکنے لگین
وہ شاخون پہ چڑیان چہکنے لگین

وہ شبنم نے چھڑکا چمن پر گلاب
نہ رہ جاے تا کوئی سرگرم خواب

نسیم سحر گل کھلانے لگی
فضائے چمن رنگ لانے لگی

حسین ہاتھ منھ اٹھکے دھونے لگے
صفائی کے سامان ہونے لگے

چلے ہندو اشنان کو سوے گنگ
وہ پہنچے کلیسا مین اہل فرنگ

وہ پو پھٹکے والصبح پڑھنے لگی
تمناے سحدم اور بڑھنے لگی

پڑی تھی جو پژمردہ طفل نبات
ہوا شیر صبح اُنکو آب حیات

ضیا آسمان سے اُترنے لگی
نظر دور تک کام کرنے لگی

اٹھا ہر طرف شور مرغ سحر
پڑی جو نقاب رخ صبح پر

وہ اللہ اکبر کی آئی صدا
شتاب ہو کے مسجد چلے پارسا

وہ سب اول وقت پڑھکر نماز
ہوئے محو ترتیل با سوز و ساز

وہ مینا پہاڑی وہ کاکا توا
ہوئے آکے شاخون پہ نغمہ سرا

عنادل گلستان مین گانے لگے
طیور سحر دل لبھانے لگے

ہوئی آسمان پر وہ سرخی نمود
نباکانِ شنجرفِ چرخِ کبود

شعاعین دکھانے لگین وہ جھلک
ہوئی زعفرانی بساطِ فلک

شفق مین لسنتی کرن ضوفشان
گلے مل رہی ہے بہار و خزان

وہ زردی و زری اور گہری ہوئی
پہاڑونکی چوٹی سنہری ہوئی

مطلا ہوا گنبدِ ہر شجر
برسنے لگا ہر طرف آبِ زر

جھلکنے لگی چشمِ برنا و پیر
وہ چمکا مہِ تختِ مہرِ منیر

سوئے بزمِ شاہنشہِ دادگر
روانہ ہوئے لوگ با کرّ و فر

روا کر کے رسمِ رکوع و سجود
پڑھا سب نے اور شاہِ دین پر درود

ہوا حرف زن شاہ فرخ لقا
کہ اے صدرِ دیوانِ دار القضا

سنا انکو وہ ماجرائے عجیب
کہ تا آزمائیں یہ اپنا نصیب

اٹھا حکم پاتے ہی وہ نیکنام
مخاطب ہوا سوئے ہر خاص و عام

الا ایہا القوم یہ شاہِ دین
بہت دن سے رہتا ہے عزلت گزین

ہوا ہے خدا جانے کیا تجربا
سمجھتا ہے کل دہر کو بیوفا

جو عاشق ہوں حسن و کمالات کے
وہ بندے ہیں تنہا کسی بات کے

کسی کو بھی دیکھا نہ جب بے ریا
تو اپنا جمال آپ دیکھا کیا

مگر خود نمائی نے یہ عرض کی
ضروری ہے صورت کو آئینہ بھی

جو آئینہ ہو خوبصورت سے بنے
تماشہ گہہِ حسن صنعت بنے

مگر بے ریا ہو وہ مردِ غیور
صفا چاہیے آئینے کو ضرور

طبیعت مین محبوبیت کی ہو خو | کہ تا شکل آئے نظر ہو بہو
اُسے کھینچین گو لاکھ اہلِ نیاز | مگر وہ نہ چھوڑے رہ و رسمِ ناز
غرض ہو نہ اوسکو بد و نیک سے | ملے دونون عالم مین وہ ایک سے
اسی واسطے کر کے اتنا سفر | ہوا شاہ اس شہر مین جلوہ گر
نہ رہجائے تا عذر کچھہ درمیان | نکالی ہے یہ صورتِ امتحان
وہ رکھا ہے جو بارِ مہر و وفا | نہ معلوم اس مین امانت ہی کیا
یہ ہے حکم جا کر اٹھاؤ اُسے | اٹھا کر مرے پاس لاؤ اُسے
تحمّل جسے ہوگا اس بار کا | بنے گا وہی آئینہ یار کا
غرض باری باری ہر اک پہلوان | اُٹھانے لگا جا کے بارِ گران
تھکے زور کر کے وہ سب نامدار | نہ اُٹھا کسی سے مگر زینہار
جو اُن پہلوانون کا دیکھا یہ حال | ہوا شاہِ دین کو نہایت ملال
بلا کر یہ اقبال سے پھر کہا | ابھی جا کے دفتر مین تو دیکھ آ
کہ حکمِ ازل سے یہ کسکے لئے | کسی حق نے یہ جوہر اُس دن دئے
یہ کی عرض اُسنے کہ عالم ہین آپ | دو عالم ہین محکوم حاکم ہین آپ
جو اوس وقت چاہا کیا بے ریا | جواب چاہیئے کیجئے برملا

ہے جملہ بد و نیک پر اختیار
کہ ہیں آپ شانِ خداوندگار

بفرمودہ شاہِ عالی مقام
ابھی دیکھکر آرہا ہے غلام

دیارِ محبت میں ہے اک جوان
ضیا بخش چشم و دل مقبلان

اسے نام عاشقِ بینظیر
ازل سے محبت کا تیری اسیر

مقامِ طرب کا ہے وہ بادشاہ
اٹھائیگا اسکو وہی رشکِ ماہ

سنا ہے کہ وہ حسنِ خوش عمل
ہوئے کعبۂ خیر آیا ہے کل

ہوا حکم آخر کوئی نوجوان
اسی دم روانہ ہو باعز و شان

سنا یہ تو پیکِ طلب زود تر
ہوا گرم رو مثلِ برقِ نظر

پہنچ کر بہ رنگِ بہارِ چمن
کہا خوش ہو اے بینظیرِ زمن

تری دید کا مہر مشتاق ہے
جو ہر بات میں فخرِ آفاق ہے

یہ ہے تیری قسمت جو اے بینظیر
تو ہو آستاں بوسِ مہرِ منیر

یہ سنکر اٹھا وہ بہارِ شباب
یہ چاہا کہ ساتھی بھی ہوں ہمرکاب

مگر اہلِ دنیا دغا باز ہیں
ہر اک کام میں حیلہ پرداز ہیں

کہا متفق ہو کے سب نے حضور
مقامِ طرب کو ہے جانا ضرور

دیا حکم شہ نے کہ جاؤ ابھی
مرے سامنے اب نہ آؤ کبھی

مگر اس مین ہین چند ہمراز خاص — کہ رکھتے تھے ہر وقت وہ اختصاص
انھین کی طرف کرکے آخر خطاب — ہوا حرف زن یون بچشم پر آب

بیکسی

اری بیکسی تو کہان جائیگی — مجھے چھوڑ کر سخت پچھتائے گی
تری ہمرہی مجھکو مرغوب ہے — کہ تو باعثِ وصلِ محبوب ہے
نتایجِ غم وحسرتِ یار ہون — انھین باتون کا مین خریدار ہون
ترے ساتھ سے منہ نہ موڑونگا مین — تو چھوڑے بھی لیکن نہ چھوڑونگا مین
نہ چھوڑی کسی دم رفاقت مری — ہمیشہ رہی پیش خدمت مری
جو دن آئے اچھے تو جاتی ہے تو — رقیبونکے جھانسے مین آتی ہے تو
نہ دل سے بھلا تو مری چاہ کو — اری منہ دکھانا ہے اللہ کو
حضوری مین اوسکی جو دم لونگا مین — تجھی کو وہان ندر بس دونگا مین
مری آبرو تو مری جان ہے — مرا فخر ہے تو مری شان ہے
نہ آتا تھا جو وہ سکھایا مجھے — سبق عاجزی کا پڑھایا مجھے
دلائی سوئے صبر رغبت مجھے — کیا نازبردارِ حسرت مجھے
نہ سرکی کوئی لحظہ تو پاس سے — ملایا گلے غربت و یاس سے

رہی آج تک مجھ پہ تو مہربان — مجھے چھوڑ کر جائیگی اب کہاں
مرا ساتھ دے جو اسی چاہ سے — ملادون ابھی تجھکو اللہ سے

دردِ دل

یہ کیسی کمی دیکھ اور دردِ دل — ذرا اور پہلو سے ہو متصل
کبھی اُس طرف تھا کبھی اسطرف — بتا تو یہ اُدھکر چلا کس طرف
مرے دل پہ ہی نقش ہمت تری — بڑی خدمتین کین ہین تو نے مری
کرونگا تجھے پیش سرکار مین — مرے ساتھ چل تو بھی دربار مین

سوزِ نہان

ذرا اور سوز نہان دل جلا — یہ کیا سرد مہری ہی کہہ تو بھلا
نکالی یہ تو نے کہان کی طرح — تجھے دل مین رکھا ہی جان کیطرح
نہ چھوڑون گا تجھکو کسی طور آج — دلِ زار کو تو جلا اور آج

مصیبت

مصیبت ذری دیر تو صبر کر — رہی مدتون تو مری ہمسفر
جو منزل پہ آیا تو جاتی ہے تو — ذری دیر کو دم چراتی ہے تو
گریبان ہے تیرا مرے ہات آج — ذری چل کہین تک مرے ساتھ آج

بناؤنگا تجھکو مین اپنا لباس — ہے جانتا یہ ہمہ ایک سلطان کے پاس

غم ہجر

یہ سب در کنار اے غم ہجر آ — کہ تو ان سب کا ہے پیشوا
تو مجھکو گرامی تر از جان رہا — کہ تیرے ہی دم سے یہ سامان رہا

سامان

ہراول ہے نالہ علمدار آہ — فغان کوس ہے اور آنسو گرد راہ

سپاس

دل و جان ہے اوسکے ہزارون سپاس — کہ جسنے یہ کیا ہے بے قیاس
دیا اور جو دے سب احسان ہے — کہ مین اوسکا بندہ وہ سلطان ہے
وہ ہے کون غم جس مین لذت نہین — مین خوش ہون اسی مین شکایت نہین
الحمد اسی ساز سامان سے — کسی اور پہ جاتا ہون مین شان سے
نظر آئی اک بزم آراستہ — برنگ عروسان نو خاستہ
ادب اوسکا دربان محافظ جلال — اڑے جس سے کرتا کے صبح خیال
وہان فطرۃ اللہ صدر کبیر — تکبر کرم عدل و قدرت وزیر
وہان کمترین چاکر اقبال و جاہ — ہر اک امر کا منتظم عزم شاہ

بصد غمزہ و تمکین بہ تخت ناز
وہ بیٹھا ہے شاہنشہ بے نیاز

پس از حمد و تسبیح و تقدیس و شکر
ہوا بادہ شوق سے غرق شکر

گرا خاک پر عجز سے منظر
اٹھا خود اٹھانے کو مہر منیر

یہ آہستگی حسن انداز سے
بٹھایا اوسے گود میں ناز سے

لگا کر ملا عطر قدس ایکبار
کہ سکتے سے فارغ ہو وہ گلعذار

سنگھایا بہت عقل کا لخلخا
نہ تدبیر کا کچھ اثر جب ہوا

لگایا گلے مہر نے پیار سے
غشی مٹ گئی بوئے دلدار سے

کہا اس سے اے میہمان عزیز
مرے یوسف مصر و جان عزیز

ہوا گرمی راہ سے کیا یہ حال
ہوئی خود بخود جو طبیعت نڈھال

وہ بولا کہ شاید یہی ہو سبب
یہ بتلائے کیوں کیا ہی طلب

ہوا مضطرب مہر عالی وقار
کہ شاید نہیں قابل اعتبار

قسم دے کے پوچھا وہ سربستہ راز
تو کہنے لگا وہ سراپا نیاز

مجھے جب سے اس لاگ کا ہے خیال
میں دیکھا کیا خواب میں یہ جمال

اسی سے خیالی محبت رہی
زمانے کی صورت سے نفرت رہی

مگر دل سے کہتا تھا میں بار بار
تو اس شکل وہمی پہ کیوں ہے نثار

تصور ہی یہ کوئی صورت نہین — نہ اب تک سُنی ہے نہ دیکھی کہین
پسند آگئی ہے جو شکل ایکبار — وہی رہتی ہے واہمہ سے دوچار
تھکین خوب سمجھکے عقل و تمیز — مگر عشق صادق ہے کچھ اور چیز
یہ در پردہ اپنا اثر کر گیا — مئے شوق سے جام دل بھر گیا
زبان پر فغان تھی نہ فریاد تھی — مگر آرزو تھی کہ جلّاد تھی
عجب اوسکی قدرت عجب اُسکی شان — کہ ہون آج اُسی شکل کا میہمان
نہ کیون لوٹ جاے دلِ ناصبور — کہ اک وہم کا ہو یہ کامل ظہور
مقدر نے یہ دن دکھایا مجھے — کہ آج آپ نے خود بلایا مجھے
مین بیخود تھا لاے مجھے ہوش مین — جگہ دی ہے مجھے اپنی آغوش مین
کرون کس زبان سے ادا سپاس — کہ بندے پہ یہ رحمت بیقیاس
مین ناچیز ہون ایک ادنے بشر — مگر تکیہ حضرت کے افضال پر
بہر حال اے شاہ گردن فراز — جو کہیے کرون اب بصدق و نیاز
کہ جو کچھ کہینگے کرا دینگے آپ — مجھے اُسکے قابل بنا لینگے آپ
کہا مجھ سے ایک بارِ گران — وہ رکھتا ہے جا کر اُٹھا لا یہان
یہ سُنکر اوٹھا چوم کر دستِ شاہ — ہوئی دست بوسی ظفر پر گواہ

پہنچکر قریب اوسکے وہ کامران
مخاطب ہوا سوے ربِ جہان

کہا یا الٰہی قوی القدیر
توان بخشِ ہر ناتوان و حقیر

خدایا تری ماہیت تو ہی کیا
نہ جانا کسی نے بھی تیری سوا

کرم اور ہر وقت میرا رفیق
تو مجھسے زیادہ ہی مجھپر شفیق

مین کیا مانگون دیتا ہی تو بے طلب
نہ مانگون جو کچھہ تو ہے ترکِ ادب

تجھے مانگون تو یہ نہین منہ مرا
نہ طاقت کہ ہو کر رہون مین ترا

اِذَا دَعَا دَاعِي فَاَنْتَ الْقَرِيبْ
وَمَنْ جَاءَ بِالصِّدْقِ اِنَّكَ مُجِيبْ

ہو کچھہ کام کیا مجھسے ناکام سے
یہ امید ہی تیرے اکرام سے

مری تاب کیا جو اوٹھاؤن یہ بار
مگر تو ہے قادر خداوندگار

تو چاہے تو کل جزو ہو جزو کل
اسے لیچلون ہاتھہ پر مثلِ گل

غرض مین نے اب خود کو سونپا تجھے
تو جانے ترا کام کیا غم مجھے

محمد سا ہم کو دیا دستگیر
وانک علیٰ کل شیء قدیر

یہ کہکر اوٹھایا وہ بارِ گران
ہوا غل کہ احسنت ای نوجوان

سرِ دوش رکھکر اوسی بیمنظیر
ہوا جاکے پابوسِ مہرِ منیر

اوسے کھول کر شاہِ گردون حشم
یہ بولا کہ دیکھہ اسین ہی کیا رقم

نوشتہ ہی اسمین جو اے نازنین — اُسی عہدنامہ کا تو ہے امین
پڑھا لیکے اوسکو بصد افتخار — لکھا تھا کہ اے عاشقِ روے یار
اٹھائے یہ بارِ گران جو کوئی — محبت نہ رکھے کسی غیر کی
کہا اُسنے اسمین نہین کچھ بھی طول — خوشی سے ہی یہ شرط مجھکو قبول
کیا مہر نے اے جوانِ جری — تجھی اس ہار مین بس امانت یہی
ابد تک تجھے اے سراپا کمال — مبارک ہو یہ دولتِ لازوال

عیدگاہ

کہان ہی تو اے ساقیِ میفروش — وہ مے دے نہ غم کا ہی کچھ بھی ہوش
مے وصلِ جانان سے دے بھر کے جام — کہ خالی ہو تا شیشۂ ننگ و نام
زمانے مین تا مے گساری رہے — ترے مست کا دور جاری رہے
چڑھا دن کرن چلبلانے لگی — کڑی دھوپ تیزی دکھانے لگی
لگی راست ہونے شعاعون کی صف — اقامت کی ٹھہری غرض ہر طرف
کمندِ شعاعی پکڑ کر شتاب — سرِ بام وہ چڑھ گیا آفتاب
چلے بنظیر اور محمد منیر — ہوا ساتھ اونکے گروہِ کثیر
مسلمان بھی شہر کے خاص و عام — فراہم ہوے عیدگہہ مین تمام

ہوئی راست صف وہ اقامت ہوئی — دوگانے سے بھی تو فراغت ہوئی
دعا پڑھ چکے سارے پیر و جوان — پکارا سر برج وہ خطبہ خوان

خطبہ

لک الحمد یا حیّ یا ذوالجلال — ظہیر لنا انت فی کلّ حال
تو موجود ہر شے مین پھر کچھ نہین — کسی جا نہین اور پھر سب کہین
صفت مین نہ پنہان نہ تو ذات مین — مگر حاصلِ نطق ہر بات مین
ہے بیچ شش جہت سے مگر ہر طرف — ہے تیری ہی جویان نظر ہر طرف
تو ستّار و غفّار و فرد و حلیم — تو معبود برحق غفور الرّحیم
غریبون کا آفت مین فریاد رس — دمِ یاس مظلوم کا دادرس
جسے چاہے تو اُسکو چاہین سبھی — اگر تو بنا ہے بنا ہین سبھی
ترا شکر اے صانعِ باکمال — کہ انسان کو بخشا یہ حسن و جمال
دیا ایک ہی تخم کو یہ ثمر — زمین پر شجر ہو شجر مین ثمر
بھرے دونون عالم بد و نیک سے — کہ پہچان ہو ایک کی ایک سے
یہ الوان و اوضاع کا اختلاف — دکھاتا ہے آئینہ قدرت کا صاف
شب و روز بھی نامہ و مہر کا — تری عینِ حکمت کا ہے اقتضا

جداگانہ اشکال کی ہستیین / تری صنعِ کامل کی ہین صنعتین
نئی روح پھونکی ہر اک چیز مین / رہین تاکہ محوِ تمیز مین
محبت سے روشن کیا جان کو / کیا اشرف الخلق انسان کو
بہائم کو پابندِ سیرت کیا / بشر کو دیا فطرتی حوصلا
ترقی کا ہمکو دیا اختیار / زہے مرحمت اے خداوندگار
ہر اک مصلحت مین ہے نفعِ عظیم / فلا ریب انت العزیز الحکیم
پھر اسپر بھی کین تونے وہ رحمتین / جنھین دیکھتے ہو گئین بدعتین
ہدایت کی خاطر سوئے خاص و عام / روانہ کیے انبیائے کرام
ہر اک قوم کو ایک رہبر دیا / محمدؐ سا ہمکو پیمبر دیا
وہ جلوہ نہ کیون پھیلے ہر دیس مین / خدا جانے تھا کون کس بھیس مین
وہ محمود و احمدؐ رسولِ کریم / وہ عینِ محبت وہ عینِ النعیم
وہ شمعِ دو عالم وہ نورِ ہدیٰ / وہ مقصودِ کون و مکان مصطفیٰ
رہِ راست اونھون نے دکھائی ہمین / برائی بھلائی بتائی ہمین
ہوئی آبِ رحمت سی شاداب خلق / کہ تھی تشنہ کامی سے بیتاب خلق
بتایا جہان کو محمدؐ کا نام / کیا آکے خود دہر کا انتظام

تمدن کی شکلین دکھائین ہین | ترقی کی راہین بتائین ہین

مٹا کر وہ اگلے رسومِ نفاق | دکھائی ہین صورتِ اتفاق

وہ فخرِ عرب افتخارِ عجم | اولوالعزم و ذی جاہ و عالی ہمم

وہ ختم الرسل شاہِ اُمی لقب | وہ سرمایۂ نازِ ملکِ عرب

وہ عالی نسب سید الانبیا | وہ تاجِ سیادت حبیبِ خدا

جلیل اس قدر وہ کہ رفرف سوار | جمیل ایسے محبوبِ پروردگار

وہ اُمت کے عاشق رفیقِ طریق | وہ ہر قوم و ملت کے مصلح شفیق

یتیمون کے غمخوار بیکس کے یار | مریضون کے رانڈون کے تیماردار

اسیر و مساکین کے سچے ظہیر | خدا کے وہ پیارے بشیر و نذیر

وہ فرمان دہِ ملکِ عز و جلال | عدیم النظیر و عدیم المثال

انھین کے رفیق اور وجہِ سکون | وہ قصرِ نبوت کے چارون ستون

وہ پیارے کے پیارے و جانِ حضورؐ | خلافت کی زینت امامت کے نور

دو عالم کے سلطان کے چارون وزیر | وہ نفسِ نبیؐ اور ہر دم مشیر

گیا دور یہ بھی تو آئے امام | دل و جانِ زہرا علیہا السلام

نہ تھے کوئی ذاتِ نبیؐ سے جدا | وہ محبوبِ حق تھے یہ نورِ خدا

جوانانِ جنت کے سردار وہ — خدا کی خدائی کے مختار وہ
ہوئے اثنین فی الجملہ بارہ امامؑ — رہا ایک کا دور بالانتظام
وہی نور ہوتا ہوا منتقل — ہُوا شاہِ جیلانؓ پہ متصل
نبی کے وہ پیارے خدا کے حبیب — وہ جس سے قریب اُس سے رحمت قریب
امامت کے گلشن کی تازہ نہال — پھلا پھولا رکھے اُنھیں ذوالجلال
وہ در بڑھ کے کعبہ سے توقیر میں — ہے فرق اُنکی خاکِ در اکسیر میں
وہ خاک اہلِ باطن کی آنکھوں کا نور — کہ جسکے تصور سے کوری ہو دور
جمال اُنکی صورت پہ ہر دم نثار — جلال اُنکی سیرت کا خدمتگزار
علیؑ کے وہ لختِ جگر نورِ عین — حبیبِ حسنؑ یادگارِ حسینؑ
کریں پھر نہ کیوں وہ دو عالم کو زیر — کہ ہوتے ہیں ایسے ہی شیروں کے شیر
کسی پر اگر اک نظر ڈال دیں — تو خدمت گزاری کو اقبال دیں
کہاں اب کوئی ایسا روشن چراغ — کہ روشن کیے لاکھوں گھر کے چراغ
محمدؐ کے پیارے وہ جانِ بتولؑ — زمانے کے سرتاج آلِ رسولؑ
وہاں بادشاہوں کا ہو کیا گزر — کہ جس جا ملائک کے جلتے ہیں پر
وہ شانِ علا آئے کیا فہم میں — سمائے نہ جو عقل میں وہم میں

وہ رحمت وہ محبوب پروردگار ۔ یتیموں کے والی غریبوں کے یار
ہے شاہ عالم کا اقبال و جاہ ۔ ترقی ہو دمبدم یا الٰہ
انھیں کا رہے نام جا سخن ۔ انھیں کی محبت کی ہو سب کو دھن
یہی فیض جاری ہو ان کا مدام ۔ علیہ الصلوٰۃ علیہ السلام
اٹھے سنکے خطبہ صغیر و کبیر ۔ ملے تہنیت اور مہر منیر
ہر اک شخص پھر عید ملنے لگا ۔ بہم شانہ شانے سے چھلنے لگا
ذرا دیر کے بعد وہ خوش سیر ۔ روانہ ہوئے سب کے سب اپنے گھر
سر شام پھر شہر سے بے نظیر ۔ گیا سوئے خرگاہ مہر منیر
وہ دریا جہاں خیمہ زن تھا وہ شاہ ۔ یہ دیکھا کہ پھرتی ہیں موجیں تباہ
وہ جلسہ وہ مطرب وہ ساقی نہیں ۔ ہوا پر پرندے وہ باقی نہیں
وہ تکیہ وہ شامیانہ وہ فرش ۔ وہ کرسی طلائی وہ تابندہ عرش
وہ ہاتھی وہ گھوڑے وہ جم غفیر ۔ وہ شاگرد پیشہ امیر و وزیر
کدھر سب کا سب یہ رسالا گیا ۔ زمیں کھا گئی آسماں کھا گیا
کہ اتنے میں اک شخص آیا دوان ۔ دعا دی رہے بخت و دولت جوان
یہاں سے گئے جب سو عید گاہ ۔ تو یہ کہکے تھے سران سپاہ

وہان سے پلٹ کر نہ ٹھہرینگے اب | جہازون پہ ہو بار اسباب سب
اُدہر سے جو لوٹے ادہر چلدیے | نہ معلوم پھر وہ کدہر چلدیے
مگر ساتھ مجکو نہین لے گئے | یہ فرمان پہلے ہی سے دیگئے
کہ اے شوق آے اگر منتظر | تو کہنا یہ ہے حکم مہر منیر
اسی شہر مین کر تو اپنا قیام | یہین سے رہے گا پیام و سلام
تجھے خوب جب آزمالین گے ہم | تو پھر پاس اپنے بلالین گے ہم
بہت مین نے پوچھا یہ اے نیک نام | بتایا نہ کچھ بھی نشان و مقام
سنایا تو وہ بے نظیر حزین | ہوا ہجر سے سخت اندوہگین
مگر حسب فرمانِ مہر منیر | بہ شوق اسی جا رہا جاگیر
کہا اور لوگون سے بہتر ہے اب | روانہ ہو سوے مقام طرب
وہان ہے جو میر سعادت وزیر | دل و جان سے ہو اسکے فرمان پذیر
بہ تہدید سنکر یہ فرمانِ شاہ | چلے جانبِ قلعہ وہ خیرخواہ
وہان جاکے پہنچائی جب یہ خبر | عزیز و اقارب چلے دوڑ کر
رفیق اور احباب اور اہلِ شہر | گئے زود تر نزدِ سلطان دہر
رہا کچھ دنون تو یہی کاروبار | کہ آتے رہے روز اہلِ دیار

نگر دید کو جب ترسنے لگے — وہین لوگ جا جا کے بسنے لگے
بکثرت ہوے جو مسافر مقیم — وہان بس گیا ایک شہر عظیم
سخن سنج عشرت ہوا ہر مشیر — ہے سکتے کے عالم مین پر منظیر
کچھ ایسی بنی ہی کہ خاموش ہے — تحیر سے وہ خود فراموش ہے

خواب

پلا ساقیا جام حسن نیاز — کہ عشق مشعبد ہے نیرنگ ساز
وہ مے دے کہ ناز اسکا انجام ہو — ترا نام ہو اور مرا کام ہو
برنگ خم شوق بھر دے مجھے — غرض یہ کہ اپنا سا کر دی مجھے
وہ پھوٹی کرن ضو بکھرنے لگی — یہ لو چاندنی کھیت کرنے لگی
تجلی ہوئی گرم رو اسقدر — کہ اڑنے لگے آسمان پر شرر
چرانے لگے اپنی آنکھین نجوم — ستارون کا ہونے لگا کم ہجوم
شعاعون کا جھرمٹ سر موج آب — دکھانے لگا برق کا اضطراب
ہوا عارض ماہ پرتو فگن — روپہلا ہوا صحن چرخ کہن
مزے کا سماں ہی مزے کی ہی رات — پہ درپیش ہی اک نئی واردات
کہ بیمار ہے بے نظیر حزین — تنفس کے باعث اجل کے قرین

مرض کی سبب سے یہ حالت خراب — اطبا نے بھی دیدیا ہی جواب
قیامت کا ہی رنج ماں باپ کو — کہ مردہ سمجھتے ہین وہ آپ کو
اسی کشمکش مین گئی نصف شب — تو لو اب ہوا اور تازہ غضب
غشی ہی مین کیا دیکھتا ہی وہ ماہ — کہ اک باغِ رنگین ہی پیشِ نگاہ
وہ گلزار بے خار نزہت سرشت — زمین اسکی رشکِ زمینِ بہشت
بلا کا وہ آراستہ پُر فضا — کہ زنجیرِ پا ہی موجِ بادِ صبا
بیان اُسکا آئے زبان تک اگر — اُسی دم لبِ خشکِ عاشق ہون تر
کہین لالۂ و گُل کہین یاسمن — طرب خیز ہر سو بہارِ چمن
نشاط آفرین شورِ بلبل کہین — مسرت فزا خندۂ گل کہین
جو ناکام جائے اُدھر سے نکل — ابھی آئین شاخِ تمنا مین پھل
قدم بوسِ اشجار بادِ بہار — طراوت لبِ برگِ گل پر نثار
گلاب اور کیوڑے کی لہرین روان — روش پر بچھائی ہوئی زعفران
ملا دودھ مین مشک و عنبر کہین — اسی سی ہی سینچی ہوئی گلزمین
وہ چارون طرف چادرِ آبشار — وہ فوارون کی چاندنی مین بہار
جمائے مسی برگِ سوسن تمام — بسا سنبلِ تر سے گلشن تمام

وہ کلیوں کا ہر سمت جوشِ نمو — تبسم وہ غنچہ آرزو
وہ ہر شاخ سرمستِ صہبائے عیش — کھلیں جنکے دیکھے سے گلہائے عیش
چنار و صنوبر عجب سایہ دار — کہ ہر شاخ پر جنکے طوبےٰ نثار
کہیں سرو و شمشاد سایہ فگن — کہیں جلوہ آرا رخِ نسترن
اگر دیکھ لے اسکا سبزہ کہیں — ابھی سبز ہو شاخِ گاوِ زمیں
کھلے میں وہ ماندوں میں گلہائے تر — نظارہ سے جن کے ہو تازہ نظر
جواہر سے کھلے لبِ آب جو — قرینے سے رکھی ہوئی سو بسو
کہیں ارغوان ہے کہیں موتیا — کھلے پھول ہر رنگ کے جابجا
کہیں مست کن کامنی کی شمیم — کہیں عطر سا کاروانِ نسیم
لبِ گل کے وہ قہقہے ہر طرف — عنادل کے وہ چہچہے ہر طرف
وہ خوش رنگ پھل زینتِ شاخسار — ہیں روشن کنول یا جواہر نگار
وہ بیلے کہیں ایسے لطافت فریب — کہ گوشِ گلِ حسن کی جن سے زیب
بنفشہ ریاحین سیوتی گلاب — ہزارا چنبیلی گلِ آفتاب
ہر اک رنگ کے پھول پھولے ہوئے — حوادث کو یک لخت بھولے ہوئے
کہیں دانۂ رز چمکتے ہوئے — ثریا سے خوشے لٹکتے ہوئے

نئی وضع کے بھی بہت پھول پھل — خزان کے صعوبات سے بے خلل
بھرا حوض مین وہ سفید انگبین — کہ جو رشکِ تسنیم و ماءِ معین
زمین عنبر و مشک و کافور کی — لیے شاخِ گل مشعلین نور کی
مکانات ہر سو مصفا رفیع — دلِ اہلِ ہمت کی صورت وسیع
روان ایک دریا ہے پایینِ باغ — کہ دیکھے سے جسکے ہو تازہ دماغ
جدہر رو مین بہتی ہے وہ سلسبیل — ہے قلعے سے محکم ادہر کی فصیل
ٹہلتا ہے اوسپر وہی سیمبر — وہی تاجِ محبوبیت فرق پر
اودہر یہ بھی ہے اک روش پر روان — مگر شدتِ درد سے لب پہ جان
بلاتا ہے اسکو وہ شاہِ زمن — یہان ضعف سے کانپتا ہے بدن
تنفس سے طاقت نہین ہے جواب — مگر دیکھتا ہے بچشمِ پر آب
یہ دیکھا تو رحم اسکو آتا ہوا — خود آیا ادہر مسکراتا ہوا
پکڑ کر سرِ دست بولا کہ ہان — ان الفاظ کو جلد کہہ میری جان
اسی دم شفا ہو گی اس سے نصیب — کہ یہ اسمِ اعظم ہے میرے حبیب
معاً اسنے وہ اسم عالی پڑھا — اثر بھی نہ اُس عارضے کا رہا
ہوئی گفتگو کی جو طاقت اسے — کیا موردِ صد عنایت اسے

کہا یہ کہ مشتاق ہون کچھ سنا — پڑھے اپنے اشعار نو بر ملا
یہ سن تنگ دل سے لگایا اُسے — محبت مین اپنی پھنسایا اُسے
اگر اسکو بھی قدمون پہ ہے اختیار — کرے تا دل و جان و ایمان نثار
اٹھا کر سر اُسکا کہا اے حسین — ٹھہرتے نہین ایک جا ہم کہین
ہمارے وطن مین جو آئے گا تو — مراد وصل کا پھر اٹھائے گا تو
یہ کہکر چلا ہی تھا وہ رشک گل — یکایک گئی آنکھ صدمے سے کھل
نہ وہ گل وہان ہے نہ وہ گلستان — نہ اُس عارضی کا کہین کچھ نشان
مگر وہ پریزاد خاموش ہے — تصور سے اُسکے ہم آغوش ہے
جدائی مین گزرا جو رنج و ملال — قلق جی کو ہے دل پہ صدمہ کمال
ہوئی درد و غم سے جو حالت تباہ — یہ کہہ کہکے روتا ہے وہ رشک ماہ
تمھین کوئی ڈھونڈھے تو پائے کہان — کہ ظاہر نہین کچھ بھی نام و نشان
تمھین کسطرح ہائے مین پاؤن گا — اسی غم مین اک روز مر جاؤن گا
دکھاؤ گے پھر روئے انور تو کیا — مرے بعد آئے لحد پر تو کیا
یہ سچ ہے مری کیون خبر لوگے تم — نہ جب تک کہ پامال کر لوگے تم
نہ معلوم تم چل دیے کس طرف — مگر ہان جو آنا کبھی اس طرف

مری بیکسی یاد کرنا ضرور
مری قبر پر پاؤں دھرنا ضرور

جہاں ہو سلامت رہو با مراد
خدا تم کو رکھے دو عالم میں شاد

ہزاروں تمہیں ہم سے مل جائیں گے
مگر کوئی ہم سا نہ ہم پائیں گے

جہاں جمع ہوں سیکڑوں با مراد
وہاں کون کرتا ہے بیکس کو یاد

چلو خیر تم خوش رہو آ چکے
سزا دل لگانے کی ہم پا چکے

گیا جو اسی غم میں جی سے گزر
مرے حال کی کون دیگا خبر

ہر اک طرح کا رنج دیتا خدا
مگر تم نہ ہوتے نظر سے جدا

مرض ہی تھا صحت سے بہتر مجھے
زیارت تو ہوتی مقرر مجھے

کوئی جی سے جائے کہ برباد ہو
مگر تم تو اغیار میں شاد ہو

تمہیں عیش و عشرت سے فرصت کہاں
کسی کی خبر لو یہ مہلت کہاں

جو ہوتا میں شایانِ عشق و غیور
مجھے پاس اپنے بلاتے ضرور

میں گو بدترینِ زمانہ ہوں یار
مگر اس میں کیا ہے مرا اختیار

جو ہوتا مرا اختیاری یہ کام
بناتا میں اپنے کو فخر انام

جو اپنے کیے کی نہیں تم کو لاج
تو ہوتا ہے رخصت یہ بندہ بھی آج

جو گذرے گی دلبر گزر جائیگی
نہ تم تک مگر اب خبر جائیگی

یہ مانا تمھین اپنی پروا ہے کب
ہمارا بھی اللہ مالک ہے اب

یہ کہہ کے روتا رہا وہ قمر
لگا آگئی نیند پچھلے پہر

تو دیکھا وہی رہزن صبر و ہوش
کہ یوسف بھی ہین جسکے حلقہ بگوش

یہ فرما رہی ہے کہ اے بے نظیر
مین ہون روضۃ القدس مین جاگیر

دم صبح تو لکھ کے نامہ شتاب
اسی شوق کو دی کہ لائے جواب

جدا اسکے نہین یہ کسی کی مجال
کہ اس سمت آنے کا لائے خیال

یہ فرما کے وہ شاہ عالی وقار
لگا ہونے اوجھل ہوا ایک بار

کھلی آنکھ پھر تو وہی درد تھا
بدن گرم لب پر دم سرد تھا

اسی بیقراری مین اٹھکر شتاب
جگا کر کہا شوق سے حال خواب

بتایا پتہ اسکو سب بیش و کم
کیا حال دل خط مین پھر یون رقم

نامۂ بے نظیر

مری جان و دل کی چمن کے حصول
امیدون کے غنچے مرادون کے پھول

تم اب تک نہ آئے بہار آگئی
کلی حسرت دل کی مرجھا گئی

صبا نے اڑایا مرے رخ کا رنگ
رہی دل کی دل ہی مین ساری امنگ

کہان تک یہ سمجھے تمھین خیر ہے
مرے بعد پھر سیر ہی سیر ہے

جو بلبل نہو گل کو پوچھے گا کون ۔ جو بسمل نہو جان پھر دے گا کون
تمھاری تمنا تمھارا خیال ۔ دل و جان کو دیتا ہی کیا کیا ملال
کہان تک کری کوئی ضبطِ فغان ۔ کہان تک رہی دل مین حسرت نہان
دکھائے کب الفت اثر دیکھیے ۔ تمھین کب ہو میری خبر دیکھیے
صبا سے یہ کرتا ہون گاہی کلام ۔ کہ پہنچا دے تا گوشِ گل یہ پیام
گریبان کیا دستِ وحشت نے چاک ۔ اڑاتا ہون اب تک گلستان کی خاک
جو غنچہ گلستان مین دلگیر ہے ۔ مرے غنچۂ دل کی تصویر ہے
کبھی چاک دامان برنگِ سحر ۔ کبھی یہ کہا رو کے با چشم تر
نسیمِ سحر تو ہی پہنچا دہان ۔ مرا رشکِ گل خندہ زن ہی جہان
یہ وحشت کسی سی ملائیگی کب ۔ گریبان دری رنگ لائیگی کب
تمھاری محبت تمھارا فراق ۔ تمھاری ملاقات کا اشتیاق
گھڑی بھر مجھے چین دیتا نہین ۔ قرار ایک دم قلب لیتا نہین
یہی حال اگر ہی تو ہم جی چکے ۔ لبِ زخمِ دل چارہ گر سی چکے
مین اسیر بھی ہر طرح مجبور ہون ۔ کہین آنے جانے سی معذور ہون
دلِ مضطرب کو سنبھالو تمھین ۔ کوئی شکلِ وصل اب نکالو تمھین

مین کیا چیز ہون میری الفت ہی کیا
تمھاری طرف سے ہی ساری وفا

جو اپنا کہا ہے شکایت نہو
محبت سے مجھکو ندامت نہو

تمھارا ہی جلوہ ہے کونین مین
تمھارے ہی دم سے ہین سب چین مین

کہان ہو تم ای میرے مہرِ منیر
کہان ہو تم ای دلبرِ بے نظیر

رخِ پاک اپنا دکھاؤ مجھے
کہین یہ نہو پھر نہ پاؤ مجھے

کبھی بلبلون سے یہ ہے گفتگو
چمن مین جو آے مرا لالہ رو

گلون کی حکایت سُنانا اُسے
مرا داغِ حسرت دکھانا اُسے

جو اے سبزہ آے مرا دلربا
تو کہنا کہ اسدرجہ پامال تھا

جو اے خار آے مرا رشکِ حور
مری لاغری تو دکھانا ضرور

کبھی ہے یہ سوسن سے میرا کلام
کہ اُس گل سے تو عرض کرنا سلام

یہ کہنا کہ اے باغِ دل کے بہار
ترا حُسن دو نا ہو لیل و نہار

تری دید کا کوئی مشتاق ہے
اُسے تیری دُوری بہت شاق ہے

کبھی ہی زبان پر مرے یہ سخن
جو گلشن کو آے وہ غنچہ دہن

لبِ برگِ گل تو ہی کچھہ بولنا
صبا تو ہی عقدے مرے کھولنا

تو سنبل ذرا سر ہلانا ضرور
پریشان خیالی دکھانا ضرور

پےِ ارغوان ہو کہ رنگِ بہار
مرے اشکِ خونیں کے ہیں یادگار

میں سینچا کیا اشک سے باغ کو
تر و تازہ رکھا ہر اک داغ کو

رہا سارا دن میں برنگِ حنا
ہوں سرسبز پر خون ہے دل مرا

چمن میں جو دیکھا گلِ نسترن
تو یاد آگیا پھول سا وہ بدن

جو قمری کی فریاد ہے کو بہ کو
تمھاری ہی اُسکو بھی ہے جستجو

غرض ہو تمھیں تم گلستان میں آج
لیا تاجدارانِ گلشن سے باج

ملو تم تو مجھ سے زمانہ ملے
محبت کا سارا خزانہ ملے

تم آؤ جو اے شاہِ عالی مقام
لٹا دوں ابھی نقدِ جان میں تمام

کہ تم کشورِ حسن کے ہو امیر
ریاضِ دو عالم میں ہو بے نظیر

چلا شوق جو نامہ لیکر اُدھر
ہوا چھپ کے وہ شاہ بھی رہ سپر

نشانِ قدم دیکھنا بہا تھا
وہ اک دشتِ پرہول میں جا پڑا

سفر اور اُسپر یہ تازہ ستم
ہوا نے مٹائے وہ نقشِ قدم

مگر وہ اُسی دُھن میں بڑھتا گیا
ہم آہنگِ دم دن بھی چڑھتا گیا

گیا تھا اُدھر شوق جس راہ سے
وہ رستہ بھی لو چھُٹ گیا شاہ سے

گھرا دشتِ وحشت میں وہ پاک ذات
خدا ہی نکالے تو اب ہو نجات

ہوا مین تمازت کا ہے یہ اثر — کہ اُڑتے ہین ذرّے برنگِ شرر
نہ سایہ نہ سبزہ نہ پانی کہین — دہکتی ہوئی وہ تپیلی زمین
وہ لُو اور گرمی خدا کی پناہ — کہ ریگِ بیابان کی حالت تباہ
زمین پر اگر رکھدے لاکر کوئی — بھری مشک بھی سوکھ جائے ابھی
ذرا بھی اگر اُس طرف کو اُٹھے — تو پائے نگہ مین پڑین آبلے
پرندون کا ہوائی طرف جو گزر — بلندی سے بھن کر گرین خاک پر
وہ آتے ہین کیا اونچے اونچے نظر — مقرر ہین وہ نخلِ خرمائے تر
اسی سمت آخر وہ سلطانِ دین — ہوا جاکے سائے مین راحت گزین
طبیعت کو لیکن ہے سخت انتشار — کہ بتلائے کون اب رہ کوئی یار
مقامِ طرب مین اڑی یہ خبر — کہ غائب ہوا خسروِ دادگر
چلا ڈھونڈھنے کو بہ فوجِ کثیر — ہوا خواہ ہمبر سعادت وزیر

شوق

لگاتار دے جام مے ساقیا — کہ گھنگھور چھائی ہی کالی گھٹا
مزا دے گا اب دورِ جامِ شراب — فلک پر وہ گھر گھر کے آیا سحاب
وہ ہے دیکھ اُٹھنا بشکلِ ابرِ رواں — بڑھے مثلِ سیلاب شوقِ نہان

جو سوکھی زمین پر ترشح ہوا
مہکتی ہے بو سوندھی سوندھی سی کیا

گرجتے ہین بادل چمکتی ہے برق
ہوا صحن کا صحن پانی مین غرق

کبھی نیند اچٹ پانی کے شور سے
بہی جاتی ہین نالیان زور سے

ٹپکتی ہے بنگلے کی وہ اولتی
کہ ہے تار سیمین کی چلمن پڑی

ہوا زور سے چلتی ہے بار بار
جھنجھتی ہے کمرون کے اندر پھوہار

بنا ہے جو وہ ٹین کا سائبان
ہے اسوقت ارگن کا اسپر گمان

عجب لے سے پانی برستا ہے آج
کہ زاہد بھی مے کو ترستا ہے آج

ہر اک جھونک پر کیا نکلتی ہے مینڈ
کہ ہر بوند پر خود مچلتی ہے مینڈ

چٹانون پہ کیا لطف نظارہ ہے
کہ جو بوند ہے ایک فوارہ ہے

صبا کے طپانچے جو کھائی ہین آج
تو پودے سرون کو جھکائی ہین آج

چلی آتی ہے بدلیون کی قطار
ہوا کے ہین گھوڑے پہ بادل سوار

دہوان دہار اسوقت چھایا ہے ابر
فلک پر سیہ مست آیا ہے ابر

اٹھی شاخ گل سبزہ کو چوم کر
برستی ہے کیا کیا گھٹا جھوم کر

نہین ہے ابھی گو جھڑی کی بہار
نہین ٹوٹتا کب سے بوندون کا تار

ہین آراستہ سبز پوشان باغ
ہوا غسل سے ہر شجر کو فراغ

یکایک رُکی بُوند ٹھہری ہوا نظر آتی ہے اور ہی کچھ فضا
تر و تازہ ہر نخل ہے شاد کام لبالب ہین پانی سے تھالے تمام
رُکا مینھ بدلی ہٹی ہے ابھی پہ ہے زیرِ اشجار عالم وہی
وہ آمون کے اشجار پر سامنے کوئی کوکتا ہے بڑے زور سے
وہ باغون مین جھولے پڑے بیشمار وہ ساون ہے گانے لگے گلعذار
اُدھر کہہ رہا ہے کوئی پی کہان سُنا یہ تو قابو مین پھر جی کہان
یہ ہے اس صدا کا اثر کان پر کہ دل لوٹ جاتا ہے ہر تان پر
کہین کوئی چلا رہا ہے کہ ہان ذرا دیکھنا اس گھڑی کا سمان
پرون کو سمیٹے ہوئے وہ طیور درختون پہ بیٹھے ہین کیا دور دور
ہوا زور سے چلتی ہے سرد سرد تو ہلتے ہین کیا آم وہ سرخ و زرد
ہے تشبیہ خامون کی یہ برمحل زمرد کے پتے زمرد کے پھل
جو سیندور یہ اُنمین ہین بیشمار ہین لعلِ بدخشان بھی اُنپر نثار
سپیدے جو شاخون مین ہین بالعموم ہُوئے آکے رو پوش گویا نجوم
وہ ہلتے ہین زرد آم جو سامنے لٹکتے ہین پکھراج کے قمقمے
پڑے ہین وہ ٹپکے ہوئے بیشمار زمین ہو رہی ہے جواہر نگار

چھٹا ابر ہین دہوپ کے کچھہ نشان — پرندے بھی ہونے لگے پرفشان
وہ ہر شاخ پر کوئلین بار بار — اڑاتی ہین بیٹھی ہوئی کیا ملار
ادہر سے اٹھا لو پپیہون کا شور — ادہر تانین کیا کیا لگاتے ہین مور
ہے قوسِ قزح چرخ پر جلوہ گر — ابھی تک نہین آتا سورج نظر
ہوئی شوخ ہر رنگ کی اب بہار — دہنک مین شعاعین ہوئین آشکار
پڑین زرد کرنین وہ ہر برگ پر — زمرد پہ چڑھنے لگا آبِ زر
ہوا سے ہٹی ابر کی جو نقاب — یکایک ہوا جلوہ گر آفتاب
نہ وہ سیل ہے اب نہ اب وہ گھٹا — بھری ہین مگر نالیان جابجا
شکایت ہے گلیون مین کیچڑ کی عام — پہ ہین صاف بستی کی سڑکین تمام
یہ سب دیکھتے تھے جو لیٹے ہوئے — چلے اب وہ دامن سمیٹے ہوئے
ہوئی رونقِ تازہ ہر کار مین — نکلنے لگے لوگ بازار مین
کسان اور دہقان بایکدگر — کدار اور ہل رکھہ کے خود دوش پر
وہ بیلون کو اپنے ہنکاتے ہوئے — چلے نٹ ملاری وہ گاتے ہوئے
وہ کیڑے مکوڑے ہزارون ادہر — لگے رینگنے ہر طرف خاک پر
وہ تالاب اڑتی تھی کل جسمین گرد — نکل آئے مینڈک وہان زرد زرد

وہ کیڑے کہ جو سر بسر خاک تھے
وہ پانی کے پڑتے ہی سب جی اٹھے

سمجھ مین نہین آتی کچھ اور بات
مگر تھا یہ بارانِ آبِ حیات

ہوا سرو باغون سے آنے لگی
نگاہون پہ ٹھنڈک سی چھانے لگی

وہ اک قاصد آتا ہے فرخندہ رُو
کہ رکھتا ہے وہ مہر کی جستجو

سُنا یہ تو انجم صفت خاص و عام
ہوئے گرد و پیش اُسکے یکجا تمام

اسی طرح اُسکو وہ سب بے ہراس
گئے لیکے اُس شاہِ خوبان کے پاس

ادب سے کیا اُسنے گردن کو خم
دعا دی کہ اے شاہِ گردون حشم

رہے روز افزون یہ جاہ و وقار
مہ و مہر ہون تیرے خدمتگزار

دیارِ محبت سے آیا ہون مین
کسی کا خطِ شوق لایا ہون مین

اجازت اگر ہو تو کھولون زبان
کرون رازِ سربستہ سارا عیان

سُنا یہ تو ہنس کر وہ شیرین دہن
لگا کہنے اے قاصدِ سحر فن

مجھے گو یہ معلوم ہے داستان
مگر کر تو اپنی زبان سے بیان

کہا اُسنے اے شاہِ روشن ضمیر
ابد تک رہے تیرا تاج و سریر

جو کچھ راست ہے کہہ رہا ہون وہ حال
کہ ہوتا نہین ایلچی کو زوال

ترا عاشقِ زار و تیمارِ عشق
وہی بے نظیر گرفتارِ عشق

جو کچھ دن یہی اُسکی حالت رہی — نظر جسپر آتی نہین جان کی
جو بستر پہ ہوتا ہے وہ گلعذار — تو پھولون کی جا اب بچھاتا ہی خار
جو تکیہ بھی رکھتا ہے کوئی بزور — اُٹھا لاتا ہے وہ کوئی خشتِ گور
بچھاتے ہین تختِ طلائی اگر — تو وہ خاک اُڑاتا ہی بالائی سر
جو لاتا ہی کوئی لباسِ نفیس — تو کہتا ہے وہ روکے ای ہمجلیس
مجھے کوئی کفنی رنگا دیجیے — کوئی مرگ چھالا منگا دیجیے
جو ہوتا ہے کچھ جامہ زیبی کا ذکر — اُسے ہوتی ہی خاک بیزی کی فکر
جو کہتا ہے کوئی چلو باغ کو — تو کہتا ہے دیکھو مرے داغ کو
جو سنتا ہی فریادِ بلبل کا شور — تو کچھ اور وحشت کا ہوتا ہی زور
جو کہتا ہے کوئی غذا کھائیے — تو کہنا غمِ تازہ کچھ لائیے
کہا جو کسی نے کہ پانی پیو — تو وہ پی گیا سنکے اسبات کو
نہ کھانا نہ پینا نہ سونا اُسے — اکیلے کہین جلکے رونا اُسے
تڑپنا کبھی بسترِ خاک پر — کبھی دستِ غم سینۂ چاک پر
گلہ جور کا چرخِ دون سے کبھی — وہ دست و گریبان جنون سے کبھی
کبھی بھاگتا شکلِ عہدِ شباب — توقف کہین دم کو مثلِ حباب

کہیں رفعتِ شانِ شہزادگی ——— کبھی جا زمین بوسِ افتادگی
کبھی صورتِ ابرِ غم وہ اُداس ——— کبھی جادہ پیمائے صحرائے یاس
کبھی ناز کی راہ سے وہ غیور ——— برنگِ اجابت دعا سے نفور
کبھی وہم نیاز التجا سے اُسے ——— کبھی روٹھ جانا خدا سے اُسے
کبھی غوطہ زن بحرِ آلام مین ——— کبھی برق دم دشتِ اوہام مین
کبھی تختۂ مشقِ ستہائے ہجر ——— کبھی نازبردارِ غمہائے ہجر
کبھی عافیت خواہ دردِ فراق ——— کبھی وہ قدم بوسِ گردِ فراق
کبھی دیکھنا راہِ پیکِ اجل ——— یہ کہنا کبھی جان سے اب نکل
کبھی خارزارِ جنون لطف خیز ——— کبھی گلزمینِ چمن سے گریز
کبھی صرصرِ دشت آوارگی ——— کبھی وہ خسِ کوے بیچارگی
کبھی نقشِ پا کوے اُمید مین ——— کبھی چشمِ وا حسرتِ دید مین
کبھی لذت افزائے غمِ زورِ عشق ——— نمک پاشِ زخمِ جگر شورِ عشق
کبھی سر بسر گریۂ درد سے ——— کبھی گرمِ نالہ دمِ سرد سے
اُسے اڑتے پھرنا خبر کی طرح ——— کبھی وحشیون کی نظر کی طرح
کبھی وہ دعا گوئے صبحِ وصال ——— کبھی دم امان خواہِ شامِ ملال

کبھی صورتِ موجِ بادِ صبا | اُسے ڈھونڈھتا یار کی خاکِ پا
کبھی ذوقِ ناکامیوں سے اُسے | کبھی شوقِ بدنامیوں سے اُسے
اُسے اُنس سودائیوں سے کبھی | اُسے فخر رسوائیوں سے کبھی
کبھی چشمِ پُرنم ننگ کے نام سے | کبھی اُس کو رم فکرِ آرام سے
کبھی وہ دل افگارِ آزارِ غم | کبھی زخمی نشترِ خارِ غم
نگاہوں کے مانند پھرنا کبھی | اُسے صورتِ اشک گرنا کبھی
کبھی شمع افروزِ داغِ فراق | کبھی لالہ سان رنگِ باغِ فراق
تجلی گہہِ داغِ سوزانِ عشق | سراپا وہ سروِ چراغانِ عشق
ہر اک زخمِ دل رشکِ جیبِ سحر | درِ توبہ گویا شگافِ جگر
مسکّن بس اک جوشِ آوارگی | جنون چارہ فرمائے بیچارگی
قلق ۔ بیقراری مصیبت مشیر | فغان ۔ نالہ ۔ فریادِ غم ہم صفیر
شبِ ہجر مشّاطۂ زلفِ غم | سحر ۔ آئینہ دارِ روئے الم
نہ ہمراز کوئی نہ کوئی انیس | مگر غربت و بیکسی ہم جلیس
رفاقت مین اک حسرتِ وصلِ یار | تسلی دہِ قلب یادِ نگار
فلک بر سرِ کین زمانہ عدو | زبان پر مگر ذکرِ لاتقنطوا ۔

وہ پژمردہ گل سا پریشان حواس برنگِ چراغِ سرِ گور اداس

وہ بحرِ تباہی مین موجِ فغان وہ دشتِ مصیبت مین ریگِ روان

جنون چاکِ دامانِ فرزانگی توحش ہم آغوشِ دیوانگی

وفا رہنماے صراط الحمید طلب گام فرساے کوے امید

نہین ساتھہ کوئی بھی غم کے سوا پہ ہر گام پر جذبِ دل پیشوا

خلش درد کی کاہشِ جان زار تپش خانمان سوزِ صبر و قرار

وہ پروردۂ ناز و مسکین لقب تڑپتا ہی تیرے لیے روز و شب

وہ آفت کا مارا پریشان خیال شب و روز ہے گردِ راہِ ملال

وہی شوق اب تک ہی ویرانے سے جنون اور بڑھتا ہی سمجھانے سے

لپٹ کر کبھی دامنِ گرد سے وہ روتا ہے جنگل مین اس درد سے

وحوش و طیور اور سب جانور بہم روتے ہین اسکے احوال پر

گراتا ہے جو اشکِ خون مین کہین تو بن جاتی ہے وہ زمین گلزمین

وہین خامۂ عجز سے با ادب لکھا صفحۂ شوق پر حال سب

مجھے دے کے مکتوب بھیجا ادہر نہین جب سے مجھکو وہان کی خبر

سنا یہہ تو بولا وہ روشن ضمیر مجھے دے تو وہ نامۂ دلپذیر

دیا نامہ اُس نے تو کھولا شتاب | پڑھا اور پڑھکر لکھا یہ جواب

جواب نامہ

مرے شیفتہ بے نظیر حزین | فان اللہ مع الصابرین
ذرا چاہیئے صبر انسان کو | مجھے پائے گا کھو نہ تو جان کو
ہمارا ہی ہو کر رہے تو مدام | یہی آرزو ہے فقط والسلام

واپسی

پلا ساقیا جام ہمت مجھے | کسی کی ہے کرنا رفاقت مجھے
نہ روک آج ساغر کے دینے سے ہاتھ | کہ ہی جاتے ہیں مردِ مردوں کا ساتھ
لبِ جام سے حکم اگر پاؤں میں | گرے ہیں جو اُن کو اٹھا لاؤں میں
چھٹی پو شعاعیں چمکنے لگیں | ستارون کی آنکھیں جھپکنے لگیں
سپیدہ ہوا صبح کا خندہ زن | لگی گدگدانے نسیم چمن
سحر نے سونگھایا جو کافور ناب | اٹھا بستر خواب سے آفتاب
شہنشاہ نے حسبِ حکم قدیر | بآئین شائستہ و دلپذیر
لکھا خط اُسے مُہر کر کے دیا۔ | ہوا لے کے قاصد اُسی دم ہوا
چلا جس گھڑی لے کے پیغام خیر | تو بجلی سے بھی زود تر گرم سیر

صبا کو وہ بالا بتاتا ہوا
چلا چٹکیون مین اُڑاتا ہوا

اُدھر سے چلا اور ادھر آگیا
تصور سے بھی پیشتر آگیا

نہ پایا مگر شاہ کو اُس جگھہ
نہ دیکھا کسی راہ کو اُس جگھہ

غرض سوچتے سوچتے وہ منیل
یہ سمجھا کہ وہ خسروِ بیعدیل

مقرر مرے بعد راہی ہوا
کسی جا اسیرِ بتا ہی ہوا

سمجھکر یہہ وہ پیک عالی وقار
سوئے دشتِ وحشت چلا ایکبار

وہان جاکے دیکھا کہ سلطانِ دین
تہِ نخل بیٹھا ہے اندوہگین -

کہا خیر مقدم - کہا مرحبا
کہا اور - بولا کہ فضلِ خدا

وہان جاکے مجھکو ندامت ہوئی
ترے نام سے اُن کو وحشت ہوئی

وہ پیکِ ہمایون ہی اسکا مشیر
ذکاوت مین تمیز مین بے نظیر

یہ سمجھا جو خط دون مین یکبارگی
تو یہہ تختۂ مشقِ بیجا - گی

نہ مر جائے مارے خوشی کے کہین
نہ لالے پڑین اُسکے جی کے کہین

مبادا پڑے زیست مین جو خلل
پیامِ وفا ہو پیامِ اجل

کچھہ اُسکے علاوہ شرارت بھی ہے
کہ شوخی کی تھوڑی سی عادت بھی ہے

کہا آپکا نامہ پر بھیجا ۔
ہوا باعثِ وحشتِ طبعِ یار

کہا پڑھ کے نامہ کہ دعوائے عشق — اور اوس پر یہ سیر چمن وائے عشق

صبا سے کسی دم مخاطب ہین وہ — کبھی سیر گلشن پہ راغب ہین وہ

کبھی ہین عنادل صفت نغمہ زن — کبھی غنچہ رنگا رنگ سے ہم سخن

کبھی سبزہ کی دیکھتے ہین بہار — کبھی ہین بہار چمن پر نثار

وہ دیکھین رخ یاسمن شوق سے — کرین خوب سیر چمن شوق سے

ضیا کیا ہو پھر عشق کے داغ مین — کہ رہتے ہین وہ رات دن باغ مین

مرے سمت انکو نظر ہی نہین — مین کیا ہون مری کچھ خبر ہی نہین

انھین عشق ہی تو ہمارے رہین — محیط جہان سے کنارے رہین

سنا جب یہ مین نے تو از راہ عقل — بیان کی ترے غم کی سب نقل

وہ تیرا جنون تیری آوارگی — تری بیکسی تیری بیچارگی

پھر اسپر فضا ہے جو گلزار کی — عنایت ہے یہ چشم خونبار کی

سنا جب یہ افسانہ سحر کار — ہوا مست جام طرب وہ نگار

مری اوس کی گھڑی جو یون چھن گئی — جو بگڑی ہوئی بات تھی بن گئی

کہا شہ نے مجھکو بناتا ہے کیون — تو بے پر کی ظالم اڑاتا ہے کیون

یہ کہہ یار نے کچھ مجھے بھی کہا — کہا ہان کہا ہے خدا دی وفا

کہا شہ نے پوچھا کہ کیا جواب — کہا یہ لکھا ہے ز راہِ عتاب
کہ شہزادی گویا پڑی دشت میں — کہاں چھوڑ کر پھرتے ہو وحشت نما
کہا وہ غریب اپنے حق میں حسین — کہا گر گیا راہ میں وہ کہیں
کہا تجھ حیلے سے کیا آئے گا — کہا اس بناوٹ سے کیا پائیگا
اُدھر پیا کے بیٹھا یہ خط لا اِدھر — تصنع سے حاصل اِدھر آ اُدھر
کہا کچھ مجھے قول تو دیجئے — تو پھر میں بھی حاضر ہوں خط لیجئے
کہا کچھ بھی دے کے بولی کیا ہے وہ قول — تری بات سے مجکو آتا ہے ہول
کہا اس طرح پر رکھنا مجھے — ہمیشہ رفاقت میں رکھنا مجھے
کہا شہ نے یہ قول ہو دل سے قبول — کہا اب تو نامرد ہی وعدہ بھول
نکالا وہ خط شوق کی شان سے — کہا مجھ کو پیارا ہے یہ جان سے
پس از سجدۂ عاشقِ بے نوا — کرے پھر سلیم و تعظیم نامہ ادا
اور بے لیا نامہ عزت کے ساتھ — لگا اپنی آنکھوں سے الفت کے ساتھ
کبھی دل پہ رکھتا کبھی سر پہ — کبھی تھا یہ شکلِ دامانِ تر
کیا اُس کو پھر بہ صد تسلیم نیاز — تو کھولا اُسے صورتِ چشمِ ناز
پڑھی تین سطروں پہ جب دم نگاہ — تو بھر کر سانس بھری ایک آہ

کہا خوش ہی وہ مسیح زمن
ہیں اعجاز میرے لئے یہ سخن

یہی ہیں دواے جانِ رنجور کی
یہ باتیں لکھی ہیں بہت دور کی

انھیں میں لکھی ہیں بطرز علیم
اماقی و جلد کتاب نسیم

جو لوح و دو عالم پہ تحریر ہے
انھیں تین سطروں کی تفسیر ہے

اضطراب بنظیر

پلا بادہ اے ساقیٔ خوش صفات
کہ ہے رنجِ فرقت سے کچھ تو نجات

شبِ ہجر کب تک اٹھا جام عیش
کہ روشن ہو دم سے ترے نام عیش

خزان ہون بنادے تو رنگِ بہار
اڑون دوشِ نشہ پہ ہو کر سوار

اٹھی ہے جو کالی گھٹا اسطرح
مجھے کل پڑے بے ترے کسطرح

جو اڑتی ہے چارون طرف پپیہا
انی کی طرح ہوتی ہے دل کے پار

اندھیرے مین بجلی کا یہ کوندنا
مرے دل کو حسرت کا یہہ روندنا

یہ ساون کی راتین یہ گہرا سما
بھلا کس طرح آئے پھر دلکو صبر

تڑپتا ہون جز شوق ہے کون ساتھ
نہین سوجھتا ہاتھ کو آج ہاتھ

یہ سناٹا پانی کا ٹھنڈی ہوا
وہ حسرت بھری بانسری کی صدا

درختون پہ وہ جگنوؤن کی بہار
کہ اڑتے ہین نالون سے میرے شرار

تڑپتی ہے بجلی اُدھر متّصل
اِدھر لوٹ جاتا ہے بے یار دل

مین سکتے مین تھا سو رونے کے شور سے
گرجنے لگا رعد بھی زور سے

یہہ تو کچھ ترشح بھی ہونے لگا
مرے ساتھہ گردون بھی رونے لگا

ہوے جاتے ہین ایک اب بحر و بر
برستا ہے کیا ابر جی کھول کر

بہت زور سے چل رہی ہے ہوا
عجب کیا کہ چھٹ جاے دم مین گھٹا

اِدھر دیکھو وہ کھل چلا آسمان
ستارے بھی دو اک ہوے ضو فشان

بڑھانیکو دل کا مرے اضطراب
وہ چمکین شعاعین میانِ سحاب

لیے ہاتھہ مین نیزہ ہر اک کرن
لگی کھولنے بندِ زخمِ کہن

نظر آتی ہین دور جو جھاڑیان
ہے اس دم درندون کا اُن پر گمان

یہہ تو چاندنی مین ہوا دشت غرق
لگی لوٹنے میرے سینے پہ برق

وہ کویل پپیہا وہ چلاے مور
یہان بڑھ گیا اور وحشت کا زور

غضب چھوٹی چھوٹی سی کرنین اِدھر
سرِ آب ہین کس طرح جلوہ گر

شبِ ہجر مین آج یہ چاندنی
کھلاتی ہے ہیرے کی مجھکو کنی

جگر پارہ پارہ ہے۔ دل چور ہے
بشر ہائے کس درجہ مجبور ہے

یہہ وہ رات تھی اے مرے ذوالجلال
بہم مل کے پیتے شرابِ وصال

نظر باس کے رہی قسمت وا اثر کو (؟) | ہو عوض لب سکے پیتا ہو شہر بار خون (؟)
فلک پر ثوابت نہ سیارے تھے | انگیٹھی ہے گردون یہ انگارے ہیں
نہ ہی چین دل کو نہ آنکھون مین خواب | پڑا ہون مین سر تا بپا اضطراب
یہان تو ہی خود دل پہ غم کا ہجوم | خدا جانے کیون گھورتے ہین نجوم
مرے رب مرے ارحم الراحمین | سحر ہوگی اس رات کی یا نہین
پڑھا اسپہ قرآن عمر بسر | ہوا اور بھی مضطرب منتظر
چڑھین ندیان گریۂ ذوق کی | لپک بڑھ گئی شعلۂ شوق کی
لگی ہی چوٹ وہ دل پہ کھائی ہوئے | جدائی کے صدمے اوٹھائے ہوئے
روانی سی اشکون کی وہ مضمحل | لبون سے عیان صدمۂ دردِ دل
جنون اوسکو گھر سے نکالے ہوئے | امیدین طبیعت سنبھالے ہوئے
بنی تھی جو دل پر تو بگڑے تھے طور | برستے تھے شیشے پہ کیا سنگ جور
ہوس بڑھ کے دل مین سماتی نہ تھی | طبیعت ہی قابو مین آتی نہ تھی
جگر مین تڑپ جان بسمل مین بھی | وہی درد سینے مین بھی دل مین بھی
دل و جان پہ یہ حسرتین چھا گئین | امنگین بھی دم بھر مین گھبرا گئین
خبر پاؤن کی کچھ نہ کچھ سر کا ہوش | جنون مین بس آوارہ گردی کا جوش

شرر کیا کہ برق اس پہ قربان تھی | کہ اس کی تڑپ مین عجب آن تھی
کوئی شمع گر خوش آتی اُسے | خدا کی خدائی نہ بھاتی اُسے
کہے کون جو دل پہ تھی واردات | نکلتی نہ تھی ضعف سے مُنہ سے بات
صریرِ قلم سر فشانی سے تھا | وہ نالان بُریدہ زبانی سے تھا
وہ برچھی سی دل مین کھٹکتی ہوئی | نگاہون سے حسرت ٹپکتی ہوئی
عیان لب سے ۔ دل محوِ آفات ہے | خموشی یہ کہتی تھی کچھ بات ہے
برنگِ گلِ زخم حالت زبون | ہنسی مین بھی جاری اُن آنکھون سے خون
جلا دل تو کھینچی وہین آہِ سرد | گری جو طبیعت چمک اُٹھا درد
تھی اس درجہ بیتاب جانِ حزین | کہ ہر دم تھا اس کا دمِ واپسین
جو حسرت بھرے دل مین کچھ آ گئی | نگاہون پہ کیا بیکسی چھا گئی
تصور مین ہر وقت ردّ و بدل | کبھی محو ہو کر پڑھی یہ غزل

غزل

ترے غم نے یہ دن دکھایا مجھے | کہ مجھ سے بھی آخر چھڑایا مجھے
ہوا اپنی ہستی سے بھی بے خبر | نہ معلوم کیا یاد آیا مجھے
خدا جانے تھا خواب مین کیا سمان | ارے دردِ دل کیون جگایا مجھے

ستم کرتے مل کر تو پھر لطف تھا | جدائی مین کیا آزمایا مجھے
خدائی سے تیری نہین کچھ غرض | ملا اُس صنم سے خدایا مجھے
نہ دیکھا کچھ اُن مین جز انداز جور | مگر وہ بھی کیا تھا جو بھایا مجھے
جفا سے وفا سے کہ از راہِ ناز | غرض جس طرح ہو لبھایا مجھے
وفا کا گلہ کیا کرون بے نظیر | یہ کیا کم ہے جو بس ستایا مجھے
ہوا شوق یہ دیکھ کر بیقرار | کہ رو رو کے کہتا ہے وہ جانِ زار
کہا شہ سے اب صبر گھٹنے لگا | کلیجا مرا غم سے پھٹنے لگا
لکھا ہے تمھین صبر کے واسطے | نہ یون جان پر جبر کے واسطے
کہا شہ نے اے مونسِ غمگسار | سنا کچھ بھی تو مژدۂ وصلِ یار
کہا اُس نے اچھا ہی سمجھے | مجھے پھر کوئی نامہ لکھ دیجیے
ابھی روضۃ القدس جاتا ہون مین | خبر پھر کی جا کے لاتا ہون مین
سنا یہ تو پھر لیکے کلکِ خیال | لکھا صفحۂ آرزو پر یہ حال

نامۂ بے نظیر

مرے دلربا شاہدِ بے نظیر | سپہرِ محبت کے مہرِ منیر
شبِ تارِ ہجران ہجومِ بلا | تم آؤ تو چھٹ جائے غم کی گھٹا

جگر شاد ہو قلب مسرور ہو
مرا خانۂ عیش پر نور ہو

کہاں تک یہ سوزِ درون کی تپش
کہاں تک یہ دردِ نہان کی خلش

یہی ہے جو غفلت دوا ہو چکی
مریضِ الم کو شفا ہو چکی

غنیمت ہے دم آپکا ای مسیح
رہے روز افزون یہ حسنِ صبیح

تپِ غم سے گو مین پریشان ہون آج
کبھی ہو رہے گا مرا بھی علاج

کرو شکر اپنے کمالات کا
ملو آکے مجھ سے مرے مہ لقا

تم آو جو اے شاہِ عالی جناب
کرون تم پہ صدقے مہ و آفتاب

سرک آنکی جو برابر کرین
عوض کنکرون کے ستارے بھرین

جو دل خواہشِ خوش بیانی کرے
وہ پیرِ فلک مدح خوانی کرے

سُنائے وہ نغمہ تمھین لاجواب
کہ زہرہ ہو زہرہ کا بھی آب آب

ترنم کا پھر گرم بازار ہو
بدل مشتری بھی خریدار ہو

کرون جمع اسبابِ عشرت تمام
زحل کی نحوست نہ کچھ آئے کام

مرتب وہ رہنے کو ایوان ہو
جہان نجمِ کیوان بھی دربان ہو

لٹکتے ہون وہ قمقمے متصل
ثریا جنھین دیکھکر ہو خجل

وہ قبے بھرے نور سے سربسر
کہ نسرین و پروین کی جھپکے نظر

ہیں ساقی ہر بزم غلمان جو — فروزاں ہو چاروں طرف شمع نور
کروں حاسدوں کے جگر کو کباب — نظر آتے ہر بزم میں آفتاب
ملے نوش وصلت جو اے ماہ رو — کروں خشم سے عقرب میں بند عدو
ہٹا دوں جو رخ سے وہ زلف سیاہ — تو برج حمل سے نکل آئے ماہ
اٹھا دو جو محراب میں تم نقاب — تو آئے نظر قوس میں آفتاب
کرو مہرباں رہ جدی و ثور — کہ شیروں کو لازم ہے شیروں کا طور
پڑیں جو تمھارے قدم کے نشاں — تو رستہ بنے غیرت کہکشاں
ہو زلفوں میں اپنا دل پر شرر — سے چلے منزل سنبلہ میں قمر
زنخ پر ہو جو گیسوئے مشکناب — تو پانی بھرے دلو میں آفتاب
دکھائیں وہ آنکھیں جو اپنا جلال — اسد سر جھکائے برنگ غزال
یہ ہو گرمی وصل میں سوز و تاب — کہ سرطاں کو گردوں بنائے کباب
وفا تم کرو ہم جفائیں سہیں — کہ میزان کے پلے برابر رہیں
جو تم چرخ وحدت پہ ہو قطب خاص — ان آنکھوں میں قطبین کے ہیں خواص
جگہ پاؤں پہلو میں جو آپ کے — نہ ہو قطب کی طرح جنبش مجھے
ہیں یہ جلوہ گر چرخ پر جو بنات — تمھارے عدو پر لگائی ہیں گھات

جو دکھلاؤ لب اپنے اے گلبدن — ابھی خون تھوکے عقیق یمن

سہیلی مین گکا بھی ہو رنگ زرد — لہو لعل رنگین کا ہو جائے سرد

جبین پر ستور ہو دیکھے سہا — نہ سجدے سے پھر سر اوٹھائے ذرا

جو دیکھین وہ گیسو تو پھر بے سکوت — دل زار یونس ہو وہ زلف حوت

ہے رحمت کی جا یہ تری آوارگی — یہہ جوش جنون اور یہ بیچارگی

مین ہون جان بلب تم جلاؤ مجھے — خفا ہون مین دم مین مناؤ مجھے

زمانہ مین رہ جائے تا یادگار — تمھاری محبت مرا انکسار

بہار صبح

پلا آج ساقی صبوحی سے مجھے — کہ حاصل ہو تا قوت روحی مجھے

کرون غرغرہ آب کوثر سے آج — اٹھون نشہ آلود بستر سے آج

وہ مے ہو پیون جسکو سنکر اذان — بر رنگ دعا سحر ہون روان

ستارے جو چھٹکے تھے افلاک پر — وہ آتے ہین اب جا بجا کچھ نظر

نہ وہ چمکین ہین نہ وہ شوخیان — نہ وہ جھمگھٹے ہین سر آسمان

فراہم تھے پہلے جو انگو سے — وہ اک اک کو تکتے ہین جیسے ورے

سحر کا سپیدہ بھی ہے کیا غضب — چھپے جاتے ہین پردہ شب مین سب

ہوئی صبحِ خندان جو پرتو فگن
پریشان ہوئی صبح کی انجمن

بیاضِ سحر مین جو پھولی شفق
ہوا رنگ تارون کا یکبار فق

سحر کا جو دھڑکا ستانے لگا
فلک اپنی افشان چھپانے لگا

سنی بادِ صبحِ چمن کی جو دھوم
کئے گل فلک نے چراغِ نجوم

ابھی کیا چمکتا تھا نجمِ سحر
ہوئی روشنی ماند اسکی مگر

چمک مین نہ تارونکی ہو کیون کمی
کہ پھیکی پڑی جاتی ہے چاندنی

ستارے جو تھے زیبِ بزمِ فلک
جھپکتی نہ تھی جن کی اک دم پلک

وہ ایک ایک کر کے روانہ ہوئے
سحر ہوتے ہی سب فسانہ ہوئے

مگر کچھ وہ ہین رنگِ تزئینِ صبح
چُنے گا انھین دم مین گلچینِ صبح

سو وہ بھی ہین کچھ جھلملاتے ہوئے
ندامت سے آنکھین چرائے ہوئے

ستارے جو باقی رہی خال خال
نہ ان کا رہا کچھ کسی کو خیال

جو تل کی طرح جا بجا پا گیا
انھین چن کے مرغِ سحر کھا گیا

فلک پر وہ کچھ روشنی صبح کی
وہ ہلکی سی مہتاب کی چاندنی

جو نجمِ سحر بھی لجانے لگا
قمر اپنا بستر اٹھانے لگا

چھڑائی تھی مہتاب گردون نے رات
اسی کے یہ سب پھول تھے بے ثبات

نظر کی جو گردون کی خرگاہ پر | ہوائی سی چھٹنے لگی ماہ پر
شفق مین ہی جو رنگ صبح امید | ہوا جاتا ہی چہرہ مہ سفید
کیا کاروان نے نہ شب کو مقام | پسینے پسینے تہا اس سے تمام
ستارے جو تھے جلوہ گر صبح پر | پسینے کی قطرے تھے وہ سر بسر
فلک نے یہ سب گوہر بے شمار | کیے فرق صبح طرب پر نثار
گرے صورت اشک جو خاک پر | وہ شبنم کے قطرے بنے سر بسر
یہ سب مشتری ہو گئے جب نہان | بڑھائی قمر نے بھی اپنی دکان
سحر کا عمل جب مرضی ہوا | خط کہکشان خط فرضی ہوا
اصول اس کے موضوع جتنے تھے سب | ثبوت سحر کے ہوئے وہ سبب
ضیا صبح کی پھیلی اطراف مین | شب ہجر جا کر چھپی قاف مین
شفق پھول کر رنگ لانے لگی | نئی آگ دل مین لگانے لگی
گھڑی ہی ہوا لگ شمع بھی کیا اداس | پتنگون کے کچھ ڈھیر ہین آس پاس
ہوئی دل جلون کی یہ غم مین تباہ | کہ اٹھنے لگا فرقت سے دود آہ
تمام اس کی شب کی خبر گل ہوئی | سحر ہوتے ہی شمع بھی گل ہوئی
اڑا ہر طرف رنگ صبح بہار | فلک پر کھلا ایک بیک لالہ زار

نمایاں ہوئے خوب آثار صبح
جہاں میں ہوا گرم بازار صبح

ہوا صبح صادق کا جب دم یقین
تو بستر سے اٹھنے لگے نازنین

کوئی شاخ گل کی طرح جھومتا
اٹھا کوئی ساغر کا لب چومتا

اٹھا کوئی سرگرم حمد و سپاس
کوئی نیند کی جھونک میں بدحواس

اٹھے شہر کے زاہد و حق پرست
اٹھے رند میخانہ ساغر بدست

شب ہجر سے ڈرنے والی اٹھے
شب وصل پر مرنے والے اٹھے

اٹھے رہ نشینان کوئے بتان
اٹھے ساکنان در دوستان

کسی کو کوئی گدگداتا اٹھا
کوئی منہ چھپا کر لجاتا اٹھا

گجر صبح کا غل مچانے لگا
جو سوتے ہیں ان کو جگانے لگا

نہ جاگا پر اس پر بھی بخت عدو
بنا جا کے سبزہ لب آبجو

اذانوں کی آواز آنے لگی
دعا تا سر عرش جانے لگی

ہوا جس گھڑی کم اذانوں کا شور
اٹھا دیر سے بیدخوانوں کا شور

طیور آشیاں سے نکلنے لگے
سمن بو روش پر ٹہلنے لگے

رخ لالہ کو اوس دھونے لگی
شفق رشک سے خون رونے لگی

گل اندام کپڑے پہننے لگے
پری چہرہ بن ٹھن کے تننے لگے

یہ اٹکھیلیون پر نسیمِ سحر
کہ آتے ہین جھونکون پہ جھونکے ادھر

اڑی پھرتی ہے آج گل کی شمیم
کھلاتی ہے غنچون کو موجِ نسیم

جھکا دیتی ہے سر صبا کی چپیٹ
جنون خیز ہے بوے گل کی لپیٹ

دیا دایۂ نشو نے بے خطر
ہر اک طفلِ غنچہ کو شیرِ سحر

کھلے پھول غنچے چٹکنے لگے
چمن کے چمن لو مہکنے لگے

یہ شبنم سے تازہ ہین رخسارِ گل
کہ انجم ہوئے زیبِ دستارِ گل

یہ سبزے پہ قطرے ہین چھٹکے ہوے
کہ مخمل پہ موتی بچھائے ہوے

ہوے برگِ گل حمد مین تر زبان
خدا نے بھرا موتیون سے دہان

ٹپکتی ہے شبنم بوقتِ سحر
ہوے وجد مین آکے گریان شجر

جو شاخین گرین شوق مین جھوم کر
اٹھین یار کی خاکِ پا چوم کر

ہر اک شے پہ چھایا ہے جو رنگ ہو
ہے سکتے مین آئینہ سے جو

جو ہے آج گلشن مین خوشحال ہے
فقط بختِ خوابیدہ پامال ہے

عجب وقت ہے یہ عجب ہے سمان
کہ حیرت کے عالم مین ہے آسمان

سہانی سحر ہے سہانی فضا
یہ مرغانِ خوش نغمہ و خوش نوا

کہین نغمہ زن طوطیِ خوش مقال
کہین نالہ کش بلبلِ خستہ حال

اٹھی ہر طرف چہچہون کی صدا — فغانِ عنادل نے باندھی ہوا
وہ گلزار مین قمریان نغمہ زن — وہ صحرا مین فریادِ زاغ و زغن
غرض اپنی اپنی زبان مین طیور — ہین سرگرمِ تسبیحِ ربِّ غفور
اُدھر کوڑیالا بھی ہر رنگ کا — سطحِ زمین پہ کھلا جا بجا
کھلا ہے وہ سبزہ پہ یون باغ باغ — ہون دریا مین جس طرح روشن چراغ
ہر اک رنگ کے خوبصورت نگین — زمرد کے تختے پہ دیکھے ہین
یہ ہوتا ہے گردِ سحر سے عیان — کہ آتا ہے کوئی بڑا کاروان
وہ ظلمت کا سایہ مین کچھ کچھ اثر — چھپا زیرِ دامانِ گردِ سحر
یہ دیکھا ہی تھا چشمِ ادراک نے — پڑھی آیۂ فتح افلاک نے
سنہری شعاعون کے نیزے لیے — ہراول بڑھے لشکرِ صبح کے
شفق کے پھریرے اُڑے چرخ پر — شعاعون نے گاڑے علمہائے زر
لبِ جو تھا کُہرے کا جو کچھ دھوان — چمکنے لگین اُس مین چنگاریان
شعاعون کے جاروب نے اکبار — کیا صحنِ افلاک کو بے غبار
ہوئی اشکِ شبنم سے تر گل زمین — پنہا رہین بھی کُہرے کی گرد نگین
ہوا ختم جھٹکا دُکا انتظام — ہوا صاف مطلع سحر کا تمام

سنہری شعاعون کا عکس آب مین — کہ جو گھر کرے قلب بیتاب مین
چمک کر دکھاتا ہے یہ صاف صاف — کہ آئینے کا ہے بسنتی غلاف
یہ نہر دن مین عکسِ شفق کا نشان — لگی آگ پانی مین اللہ کی شان
شعاعون کی پانی پہ چنگاریان — ہین سطحِ بلورین پہ گلکاریان
درختون کے سائے کا حوضون مین ظل — کہ شیشون مین ڈہلے زمرد کی نخل
کھڑے ہین تہِ آب شجر صف بصف — کہ عالم ہے سناٹے کا ہر طرف
زمین و فلک پہ چھایا جلال — کہ عاری ہوے نطق سے اہلِ قال
اٹھا کر اپنے سر بار بار — کسے دیکھتے ہین بصد انتظار
کسی کو کوئی دیکھنے کے لئے — وہ جھانکا دریچے سے افلاک کے
حسینون کے جھرمٹ مین اک نازنین — لبِ جو ہوا آکے مسند گزین
ادا شوخی و ناز کی ساتھ مین — سحر آفتاب سے لیے ہاتھ مین
سرور و کرم بے نیازی و ناز — شب و روز انھین سے اسی ساز و باز
نہ رندی نہ کچھ پارسائی سے کام — انھین رات دن خود نمائی سے کام
قضا و قدر اس کے خدمت گزار — سراپا وہ نورِ خداوندگار
چپ و راست اس کے جلال و جمال — اک ادنے صفت دلبری بے مثال

برابر کیا سب نے جھک کر سلام | مبارک سلامت کی ہی دھوم دھام
وہ طائر پھر اب چہچہانے لگے | یہ اشعار سب مل کے گانے لگے

غزل

خدایا تری تا خدائی رہے | دو عالم میں اس کی دہائی رہے
ترا نور جب تک رہے جلوہ گر | یہی اسکی جلوہ نمائی رہے
تو جب تک شناسا رہے ذات کا | یہہ آگاہِ خود آشنائی رہے
رہے تیری قدرت کا جب تک عمل | یہی اس کی فرمان روائی رہے
رہے تو بری تا قیودات سے | اسے بندِ غم سے رہائی رہے
ترا ناخنِ حکم جب تک ہو تیز | یہی اس کی عقدہ کشائی رہے
ترا ہمت رہے تا بلند | یہہ چارہ گرِ بینوائی رہے
ترا جلوہ جب تک نہ محدود ہو | یہی اس کے دل کی سمائی رہے
رہے وصل جب تک بقا سے تجھے | نہ اس کی ہماری جدائی رہے
رہے تا تجھے حسن پر اپنے ناز | نثار اس پہ ساری خدائی رہے
سبھی جائے پر خالقِ بینظیر | طبیعت مری اس پہ آئی رہے
کوئی محو ہے گا رہا ہے کوئی | وہ دل کی طرح آ رہا ہی کوئی

ہوا آکے پابوس باصد ادب — کہا اے بہارِ ریاضِ طرب

ہمیشہ سحر نور افشان رہے — ہمیشہ ہی شوکت و شان رہے

مین پہلے گیا کعبۂ خیر کو — سُنا خود بدولت گئی سیر کو

وہان سے حضورِ خداوندِ تخت — ہوا آکے حاضر زہے نیک بخت

ہوا حکم کیون ہین یہ آنکھین پُر آب — دیا اُس نے اک خط بجائے جواب

لیا شوق سے اور پڑھ کر کہا — کہ اے پیکِ فرخندہ پے مرحبا

بہت تیز رو اور طرار ہے — بہت اپنے فن مین تو ہشیار ہے

نہین بلبلِ گل کو بھی کچھ ہمسری — تجھی کو ہے زیبا یہ نامہ بری

وہ بولا کہ اے شاہِ ملک و سپہر — مین ہون کمترین بندۂ بےنظیر

ہوا عرض زن یون شہِ پاک ذات — ہمین نے دیے ہین اُسے یہ صفات

وہی کرتا ہے جس مین اُسکی خوشی — کہ عاشق ہے وہ اور معشوق بھی

پسند آئی ہے اُسکی عرضی مجھے — ہے دل سے قبول اُسکی مرضی مجھے

یہ مژدہ تو پہونچا اُسے زود تر — مین اُس کا ہون بیمار وہ نامور

مگر کچھ دنون مصلحت ہے یہی — رہے وہ مقامِ طرب مین ابھی

سپاہِ الم سے رہے ہوشیار — حفاظت کرے اُسکی لیل و نہار

پھر آنا یہان جب وہ بھیجے تجھے | کہ وصل اسکا مدِ نظر ہے مجھے
یہہ سُنکر ہوا بحرِ شادی مین غرق | قدمبوس ہوکر چلا مثلِ برق
ملا راہ مین ایک لشکر روان | یہہ سوچا ذری دیر دم لون یہان
تو دیکھا کہ میرِ سعادت وزیر | لئے ساتھ اپنے سپاہِ کثیر
اسی سمت آتا ہے مانندِ موج | پریشان و خستہ مگر ساری فوج
اسے دیکھکر شوق بے اختیار | پکارا کہ او سرورِ نامدار
یہ لشکر پہ غم کی چڑھائی ہے کیون | سفر کی مصیبت اوٹھائی ہے کیون
وہ آوازہ پہچان کر شوق کی | بڑھا اسپ دوڑا کے یکبارگی
بنی تھی جو حالت دکھائی اُسے | سُنی اسکی۔ اپنی سُنائی اُسے

مجاہدات

پلا اب تو مے ساقیِ ذی کرم | کہ گھیرے ہوئے ہے سپاہِ الم
اٹھا ساغرِ مے طبیعت سنبھال | مجھے ورطۂ بحرِ غم سے نکال
وہ مے ہو جو دکھلائے اپنی بہار | اُڑے دن صورتِ بوئے گل ایکبار
ہے کچھ دہوپ کا عکس کہسار پر | شعاعین چمکتی ہین اشجار پر *
تری اوس کی دہوپ چھنے لگی | ہوا بھی ذری گرم ہونے لگی

شبنم ۱۲

پرندے زمین پر اترنے لگے ہرن کھل کے جنگل مین چرنے لگے
اڑے کھول کر قاز و سرخاب پر گرے مرغ آبی وہ تالاب پر
وہ کھیتون مین چڑیان بھی آنے لگین وہ چن چن کے دانے اٹھانے لگین
ہوا پھر رہی کاروبار جہان ہوئے لوگ مصروف کار جہان
ہوا مین ابھی تک نہین کچھ غبار رطوبت لگی اڑنے بن کر بخار
مگر شبنم مین یہہ نہین آب و تاب کہ ٹیلون کی ہے اوٹ مین آفتاب
بلندی پہ کچھ دھوپ آنے لگی وہ کلسون پہ سونا چڑھانے لگی
منڈیرون پہ کچھ کچھ جھلکنے لگی اتر کر وہ در پر چمکنے لگی
غرض چاک جیب سحر بڑھ گیا قریب آدھ گھنٹے کے دن چڑھ گیا
ہزارون جوانان لشکر شکن وہ ہین دامن کوہ مین خیمہ زن
وہ ہین چھوڑ کر وہ سب اسباب بزم چلے ہین کسی سمت کو بہر رزم
یکایک کھڑے ہو گئے وہ وہین کسی نے ابھی انکو دیکھا نہین
ادہر لوگ کچھ چڑھ کے مینار پر نظر کرتے ہین دشت و کہسار پر
چمکتے ہوئے خود و تیغ و تفنگ پھر ان پر سنہری شعاعون کا رنگ
وہ زرہین چمکتی ہوئین دور سے کہ گویا بنی تھین وہ بلور سے

خوشی سے گئے پھر سپہ اٹھ کھڑے ہوئے — وہ ہر شخص نیزہ اٹھاتا ہوئے
وہ گھوڑے کو شوخی بدلتے ہوئے — اشارون مین رگ رگ کی چلتی ہوئے
سوارون کی ہر دم اسی پر نگاہ — کہ لٹنے نہ پائے کہین گرد راہ
رکے پھر وہ کچھ دور کہسار سے — مخاطب ہوئے اپنے سردار سے
وہ کہتا ہے ٹھہرو یہین آس پاس — کہ ہے سخت مضبوط باب سپاس
اسے توڑنا ہے بہت کار سخت — کہ یہ شہر ہے شاہ کا پایہ تخت
مقام طرب خلد منزل ہے یہ — دیار محبت کا حاصل ہے یہ
حیات ابد اس مین اک باغ ہے — مرے دل کو اس باغ کا داغ ہے
ہے قصر اس مین اک عشق جاوید — انھین دونون سے ہے فقط مجھکو کام
اسی غم مین ہے میری حالت تباہ — کہ تھی شاہ ملعون کی یہ سیرگاہ
مگر ہاتھ آنا بھی دشوار ہے — کہ چارون طرف اس کے کہسار ہے
ادھر جائین تو ہوگی بیشک شکست — کہ ہے گھاٹیون پر بڑا بندوبست
مگر ایک تدبیر آسان ہے — کہ صحرائے وحشت مین سلطان ہے
ہمارا تمہارا وہان کیا گزر — کہ اس جا فرشتون کے جلتے ہین پر
کرین اہل قلعہ کو محصور ہم — رسد سے کرین ان کو مجبور ہم

در قلعہ پر چل کے ہوں جا گیر | مقابل ہو کوئی تو برسائیں تیر
یہہ جب آب و دانہ سے ہوں ناصبور | ظفر ہو گی ہم کو میسر ضرور
ادہر آئے جو شاہ بھی شہر میں | تو جانے نہ دیں ہم اُسے شہر میں
جدہر جائے وہ ہو اُدہر سدِ راہ | رہے مستعد اس پہ اپنی سپاہ
سُنی سب نے یہہ گفتگوئی عجب | کہا اوس منارے سے وادی قریب
وہ شورہ جو اس طرح کرنے لگے | یہہ گھبرا کے فوراً اُترنے لگے
اُترتے ہی پہونچے درِ قلعہ پر | کریں قلعہ بانوں کو تا یہ خبر
وہ پہونچے ہی تھے در پہ مغرور سے | نظر آئی کچھ روشنی دور سے
یہہ کرنیں چمکتی ہیں کس چیز پر | ٹھہرتی نہیں اب تو مطلق نظر
سوار آتے ہیں کچھ ادہر زرق برق | سراپا ہیں فولاد و آہن میں غرق
صفائی میں آئینہ تیغ و تفنگ | پھر اون پر شعاعوں کی شوخی کا رنگ
وہ بجلی سے کچھ کم چمکتی نہیں | وہ آنکھیں نہیں جو جھپکتی نہیں
یکایک قریب آ گئے وہ سوار | مقابل ہوئے پاسبان حصار
ہوئی فوج قلعہ کو یہ آگہی | کہ فوجِ لعیناں قریب آ گئی
بڑھی آتی ہے دمبدم بیشتر | پہونچتی ہے دم میں درِ قلعہ پر

ہر و سینہ و پہلو سے اہلِ جنگ　　ہوئے وقف گرز و سنان و خدنگ
بہت دیر تک تیر برسا کیے　　لگے آبِ خنجر کو ترسا کیے
ہوئے دونوں جانب کے ترکش تہی　　ہوئی ختم بارش بھی اب تیر کی
اُڑے مرغِ جان کچھ پرِ تیر سے　　بہت پھل گرے شاخِ شمشیر سے
چلی تیغ تو پشتِ زین پر رُکی　　جو اُس کو بھی کاٹا زمین پر رُکی
جدائی سر و تن میں ہونے لگی　　لہو سوگِ دشمن میں رونے لگی
نکالے ہوئے اپنی سوکھی زبان　　چلی خون پینے سوئے دشمنان
روان ہوتے ہی جان کھونے لگی　　گلے مل کے رگ رگ سے رونے لگی
ادہر وار پر وار سب چلنے لگے　　شرر اِس کے منھ سے نکلنے لگے
سپر کو جو کاٹا تو سر پر گئی　　جو مغفر پر چڑھا اسکو دو کر گئی
چلی المضاعف دمِ کارزار　　کیا دو پیادون کو راکب کو چار
جو غصّے مین آکر اُبلنے لگی　　لہو منھ سے آخر اُگلنے لگی
مٹایا یہان تک عدو کا نشان　　ہوئی چشم جوہر سے خود خون فشان
چمک کر چلی وہ شرارت بھری　　کسی وقت شعلہ کسی دم پری
گری صورتِ مست وہ جس طرف　　ہوئی مست جامِ فنا صف کی صف

چلی یہ تو منھ سب کے پھرنے لگے
ثمر نخلِ ہستی کے گرنے لگے

ہوئی ارّہ جو پیتے پیتے لہو
کرے قطع نخلِ حیات عدو

ہوئی محض بیکار شمشیر تیز
اُٹھے گرز برپا ہوئی رستخیز

چقاچق کی آواز آنے لگی
سپر ہر طرف منھ کی کھانے لگی

پڑی جب یہ اک ضرب اہلِ کین
اسی جا ہوا گر کے نقشِ زمین

ہوئے دست و پا سب کے بے اختیار
گرے گرز نیزے لئے ایک بار

نہ چارہ ہے جوشن نہ مانع زرہ
سناں کھولتی ہے دلوں کی گرہ

اِدھر کے ہزاروں یلِ ارجمند
کئے اہلِ وشنے اسیرِ کمند

بہت دیر یہ حشر برپا رہا
جو نیزے بھی ٹوٹے تو اب کیا رہا

نہیں ہوتی معلوم فتح و شکست
یہ ہیں اہلِ قلعہ بہت چیرہ دست

اٹھا ہے یہ کیسا وہ گہرا غبار
مخاطب ہیں دونوں طرف سے سوار

بہت غور سے دیکھتے ہیں مگر
نہیں آتا جز تیرگی کچھ نظر

قریب آتے آتے ہوا کم غبار
نظر آئے اس میں علم بے شمار

فصیلوں سے اتنے میں اک ہوشمند
پکارا یکایک بہ بانگِ بلند

کہ اے نوجوانان و مردانِ کار
وہ آتی ہے فوجِ لعیں ہوشیار

لعین ابن ملعون کا سُن سُنکے نام وہ مردود دیکھا ہوئے پھر تمام

صدا آئی برجون سے یہ ایکبار کہ اے پہلوانانِ عالی وقار

خبردار ٹھہرو نہ بیدائمین نہین گھر گئے آن کی آن مین

تمھین اس گھڑی ہی میسّر ظفر چلے آؤ اب قلعہ مین بے خطر

ہوئے نعرہ زن وہ یلانِ جری کہ تا حشر یہ تو نہ ہوگا کبھی

یہین مارینگے اور مرجائینگے نہ قلعہ مین پھر بھاگ کر جائینگے

قریب آگئی اب وہ فوجِ لعین ہوئے اہلِ دژ سخت اندوہگین

وہی تازہ دم لشکرِ نابکار ہوا حملہ آور یمین و یسار

گھرے ہر طرف سے مردانِ جنگ ہوا اہلِ دژ پر بہت وقت تنگ

اٹھائے ہین دستِ دعا جنگجو کہ یارب ترے ہاتھ ہے آبرو

یہ معلوم ہوتا ہے سب اہلِ دین کوئی دم مین ہون نذرِ شمشیرِ کین

اُدھر کا ہراول ہے کفران جنگ بڑھا اور کہنے لگا بیدرنگ

اگر خیر مطلوب ہو جان کی ہمارے حوالے کرو شاہ بھی

پچرے خشمگین یہ ہنر بر زبان پکارے کہ او مردکِ بدزبان

تو کیا ہے ترا شاہ ملعون بھی نہین دیکھ سکتا سوئے دربھی

منارے پر اک شخص اندوہگین ‏ کھڑا ہے لگائے ہوئے دوربین

ہوا دیکھکر سوئے در بیقرار ‏ مقرر ہے یہ پہلوان قلعہ دار

یہ ہے استادہ جس پر یہ فیروزمند ‏ یہ ہے نام اس منار کا بخت بلند

پکارا کوئی دور سے بیدرنگ ‏ کہ بتلا تو کچھ خان تقدیر جنگ

وہ بولا فصیلوں پہ ہے جو سپاہ ‏ کمک کے لئے جا اسوقت آہ

اتر کر چلے وہ ہنبرد آزما ‏ جو باہر تھے ان کا بڑھا حوصلا

ابھی رستے ہی مین ہین یہ نامدار ‏ اٹھا پشت فوج عدو سے غبار

پکارا وہین خان تقدیر جنگ ‏ کرو عرصۂ زیست دشمن پہ تنگ

کہ ہمراہ شاہنشہ بے نظیر ‏ وہ آتا ہے میر سعادت وزیر

یہہ سنکر دلیران جنگی سوار ‏ عدو پر گرے ٹوٹ کر برق وار

پس پشت دشمن تھے یہ اہل جنگ ‏ ہوا حکم برساؤ تیر و تفنگ

گئے تیری سمت اہل کمک ‏ لعینون پہ ملتی ہین راہ تنگ

ہوا فوج دشمن کا یہ قتل عام ‏ کہ کشتون کے پشتے لگے ہین تمام

اجل چیخی دوڑو مری سر گئی ‏ کہ مین دوڑتے دوڑتے مر گئی

لعین ابن ملعون بھی مارا گیا ‏ وہ کفران کا سر اتارا گیا

یہہ دیکہا تو لی سب نے راہِ فراز — تعاقب کنان جا ہین بیشمار

ظفریاب ہو کر پہر ا دہ وزیر — ہوا دست بوسِ شہِ بینظیر

سرانِ سپہ ہین ستائش کنان — کہ ہو فتح سلطان کی ہمعنان

یہہ سن کر یہہ بولا شہِ بینظیر — مجہے لا نے جبدم گیا تہا وزیر

مین اس وقت وحشت کی عالم مین تہا — غمِ یار سے کچہ عجب غم مین تہا

وہین آگیا شوق سیر اے شہیر — سنایا یہہ فرمانِ مہرِ منیر

خبردار اس مین نہ غفلت کرو — مقامِ طرب کی حفاظت کرو

اسی وقت میرِ سعادت کے ساتہ — روانہ ہوا شان وشوکت کے ساتہ

پہونچ کر بفضلِ خدا وقت پر — کیا فوجِ اشرار کو فی السقر

غرض سب مقاصد جو حاصل ہوئے — مقامِ طرب مین وہ داخل ہوئے

مسرت کی گہر گہر ہوی دہوم دہام — ہوئے محوِ عیش طرب خاص عام

حملہ ملعون

پلا بادہ ساقی اٹہا رسمِ شرم — کہ ہو حسب خواہش مری طبع گرم

دے جا مجہے جام تو بیدرنگ — تو پہر دیکہہ میری طبیعت کا رنگ

مخالف ہو مستی مین جو روزگار — بطِ مے کی صورت ہو وہ بہی شکار

چھپے غار مین گرگ و یوز و پلنگ
کہ بدلا ہے قدرت نے موسم کا رنگ

ڈھکین چوٹیان برف سے سر بسر
کہ چاندی چڑھائی ہے کہسار پر

کھلے پھول گیندے کے وہ زرد زرد
چلی آتی ہے کیا ہوا سرد سرد

وہ گل مہندی پھولی کھلے گلفرنگ
چمکتا ہوا وہ ہزارے کا رنگ

وہ نیلم کے ساغر لیے کاسنی
وہ سورج کی ہم شکل سورج مکھی

وہ گوبھی کے پتے اکڑنے لگے
بتاشے بھی دو چار پڑنے لگے

اناروں مین کلیان بھی آگئین
وہ کیلون کی پھلیان بھی گدرا گئین

ہی سیب امرود پکنے لگے
وہ شاخون مین کوکے چمکنے لگے

وہ پک کر شریفے ہی سب کھل گئے
ٹپک پڑتے ہین جو ذرا ہل گئے

لدی ہین درختون مین نارنگیان
پھٹی پڑتی ہین بوجھ سے ڈالیان

ہزارے لٹکتے ہین کیا لال لال
جڑے ہین زمرد کی جھاڑین مین لال

غضب عشق پیچان کا شاخون سے میل
وہ نازک وہ باریک پتی کی بیل

تراشے ہین قدرت نے کیا بے مثال
کرن پھول یاقوت کے لال لال

وہ کچھ پھول سرسون مین آنے لگے
ذرا کھیت جوبن دکھانے لگے

کہین چھپتے چھوٹے سے وہ چھپری پھول
کہین اودے اودے وہ السی کے پھول

نظر آتی ہی صنعِ ربِّ انام
زمرد کی چھڑیون پہ نیلم کی شام

ہوا جب اڑاتی ہی جنگل کی ریت
تو کیا لہلہاتے ہین گیہونکی کھیت

عمامے کا چلتا نہین زور و پیچ
ہی سردی کے آگے دولائی ہی ہیچ

رضائی مین چھپ کر جو بیٹھے ہین آج
گلوبند سر سے پلیٹے ہین آج

تھا جن جن کو نازک مزاجی پہ لاف
ہین لادے ہوی وہ بھی بھاری لحاف

بغل مین کوئی دلبرِ گلعذار
کہ سردی مین ہی بس اسی کی بہار

نہین اور جاڑے کا چارہ کوئی
اسے روئی کھوتی ہی بس یا دوئی

ہم آغوشِ دلبر ہے جو شام سے
اسی کی گذرتی ہے آرام سے

وہ عاشق کہ جن کا نفس شعلہ بار
انھین یار کی سرد مہری ہے بار

گری برف ٹھہری جو ٹھنڈی ہوا
رگون مین لہو ابتو جمنے لگا۔

دمِ صبح ہی زور سردی کا اور
جدھر دیکھو ہی چائے و قہوہ کا دور

دھری ہین وہ شیشونکی کنٹر حسین
کسی مین برانڈی کہین شام پین

پلاتا ہے بھر بھر کے ساقی ایاغ
ہوا آتشِ تر سے روشن دماغ

کوئی مست ہی کوئی مخمور ہے
کوئی نشۂ عشق مین چور ہے

چلی زور سے کیا ہوا رات کو
قیامت کا پالا پڑا رات کو

دوشالے دکھاتے ہین کیا کیا بہار — کوئی شال اوڑہے کوئی جامہ وار
جو کہتے تھے اپنی کو آتش مزاج — چڑھائی ہین دستانے ہاتھون پہ آج
گھرے تھے جو گرمی کے اندھیر مین — پڑے پائتابون کے اب پھیر مین
وہ گل جن ڈھلکے کی ململ تھی بار — نہین آج کمل سے بھی ان کو عار
قبا تھی گران جن پہ تنزیب کی — پہنتے ہین اب کوٹ - اچکن وہی
کہین کمرے مین تاپتے ہین حسین — کوئی ہاتھ ہی سینکتا ہی کہین
وہ رنگین کپڑے چمکتے ہوئے — انگیٹھی مین کوئلے دہکتے ہوئے
نہین بھاتی مطلق درختونکی چھاؤن — ہوا مین ٹھٹھرتی ہین اب ہاتھ پاؤن
نہین چھینٹ سی خالی کوئی دکان — اترتے ہین بانات پھلور کے تھان
نزاکت بھری لکھنؤ کی وہ فرد — کہین سرخ و سبز اور کہین زرد زرد
غرض سب کے لب پر ہی سردی کا ذکر — مگر فضل حق سی یہان کیا ہی فکر
فقیر اپنی کمل مین بیٹھا ہی مست — پیالے چڑھاتا ہے جام الست
ردائے نگارین ہی لطف محبیب — رضائی کی جا ہے رضائے حبیب
جو مجمر ہے سینہ تو دم شعلہ بار — ہین انگارے داغ غم عشق یار
لگائے ہوئی سوز دل کا الاؤ — فقیر اپنی مونچھون کو دیتا ہے تاؤ

قریب آٹھ بجنے کے پہونچے مگر — ابھی تک نہین آتا سورج نظر
یہ معلوم ہوتا ہی ہے وقتِ شام — قیامت کا چھایا ہے گہرا تمام
یہہ لو چھٹ گیا آن کی آن مین — نکلنے لگے لوگ میدان مین
نظر آتے ہین جتنے تالاب خام — وہ اوڑھے ہین کُھنبی کی چادر تمام
میسر نہین یہہ بھی کپڑا اگر — سنگھاڑون کے پتون سے ڈھانکے ہین سر
وہ پانی پہ کائی بھی جمنے لگی — وہ کچھہ دہار دریا کی تھمنے لگی
وہ ندی کا زرون پہ بہنا نہین — وہ پانی بھی جھیلون کا میلا نہین
سوان۔ چیتے لدکے پیچھے سیخ پر — چلے آے کہسار کو چھوڑ کر
کلنگ اور سرخاب باندہی قطار — آبیٹے لگے جھیلون پہ وہ ہشیار
کنارے کنارے وہ بگلون کی صف — حواصل ممولے بطین۔ ہر طرف
برابر جو بیٹھے صفین باندھکر — کھچین جدولین صفحۂ آب پر
پئے سیر اب لوگ جانے لگے — شکاری بھی جھیلون پہ آنے لگے
یکایک اٹھا دشت سے وہ غبار — ہوئے لوگ حیرت زدہ ایکبار
ذرا بھی دیر گذری ہی اِس کو ابھی — نظر آئی کچھہ فوج اشرار کی
یہہ دیکھا جو سب نے تو پھر زود تر — چلے جانب شہر سب چھوڑکر

پہونچتے ہی قلعے میں برنا و پیر
گئے پیش میر سعادت وزیر

سُنی اُس نے جس دم یہ اُڑتی خبر
تو پہونچا حضورِ شہِ دادگر

دعا دی کہ اے شاہ فرخندہ بخت
رہے تا ابد تیرا یہ تاج و تخت

سُنا ہے کوئی لشکرِ جنگ جو
ہے گھیرے ہوئے شہر کو چار سو

یہ معلوم ہوتا ہے ملعون شاہ
خود آیا ادہر لے کے اپنی سپاہ

سُنا یہ تو وہ شاہ فیروز بخت
ہوا یون سخن سنج از روی قہر

لعین اور کفران جب آ کے بہم
تھے اُس وقت صحرائے وحشت میں ہم

نہ تھا تو بھی قلعہ میں اے خوش صفات
مگر رکھ لی اللہ نے اپنی بات

اب اس وقت جو مصلحت ہو تری
اُسی کو سمجھ عین مرضی مری

کہا اُس نے اے سرورِ سروران
ہے قلعے میں اب لشکرِ بیکران

جو آتے ہیں آنے اُنہیں دیجیے
ابھی سے نہ عزمِ وغا کیجیے

نہیں تو یہ خدشہ رہے گا مدام
پڑے روز اک جنگ تازہ سے کام

تردد نہ زنہار کچھ کیجیے
مگر حکم اِس وقت یہ دیجیے

کہ سرکردۂ فوجِ شیخ جلال
رہے ہر دم آمادہ بہرِ جدال

ہے اک اور تدبیر جس سے حضور
نہ باقی رہے کوئی اہلِ غرور

ترے بین جب سے ولی گئے ہیں [illegible] تلک — انھیں کر لیں حلقے میں جو آن جنگ

[illegible] میں بست — ابھی تک یہ خفیہ رہے بندوبست

کرے چار دن [illegible] — نہ باقی رہے ایک بھی کینہ خواہ

طلسم محبت ہے اک راہ میں — جو بیجا گئیں گریں سب اسی چاہ میں

غضب کی وہاں آگ ہے شعلہ زن — اسی میں جلیں خوب یہ اہرمن

غرض رائے ٹھہری مناسب یہی — کسی کو نہ اس کی ہو ذرا آگہی

کہا شاہ نے پھر یہ دستور سے — کہ واقف ہے تو درد دل سے مرے

جدائی ہے گو اس کی منظور نہیں — مگر دن مصیبت کے بہتا ہو نہیں

مقام طرب میں خدا کی قسم — نہیں چین دل کو مرے کوئی دم

یہی جی میں آتا ہے اب اے وزیر — روانہ ہوں میں سوئے مہر منیر

تجھے دیتا جاؤں یہ ملک و سپاہ — رہے رات دن تو بصد عز و جاہ

سنا یہ تو بولا وہ دانا وزیر — کہ کچھ یاد ہے حکم مہر منیر

ابھی آپ ٹھہریں اسی جا میں — جدائی کا غم اور کچھ دن سہیں

خدا چاہے تو جلد یکسو ہو جنگ — روانہ ہوں پھر آپ بے درنگ

کمر بستہ پھر با اطاعت مدام — حضوری میں حاضر رہے یہ غلام

غرض کیا ہے مجھے عیش و آرام سے
مجھے عشق ہے آپ کے نام سے

نہ چھوڑی رفاقت کبھی آپ کی
رہا ساتھ صحرا و وحشت میں بھی

فراغت جو اس جنگ سے ہو نصیب
چلیں دونوں سوئے دیارِ حبیب

جو یہ عزم ہے پہلے یہ کیجیے
اجازت وہاں سے منگا لیجیے

اُدھر کی طلب پہلے درکار ہے
کہ بے اذن جانا بھی دشوار ہے

یہ سن کر ہوا خوش شہِ بے نظیر
کہ مبنی تھی حکمت پہ رائے وزیر

اُٹھا کر وہیں خامۂ اشتیاق
لکھی صفحۂ غم پہ شرحِ فراق

استغاثت

مری روح و سفّاکِ رنگیں عذار
گلستانِ زخمِ جگر کی بہار

رخِ رشکِ گل کا ہے مدت سے ذوق
سماتا نہیں اب مرے دل میں شوق

یہ رنگِ طبیعت یہ جوشِ فراق
تمہارے گلے ملنے کا اشتیاق

کہیں اور ہی گل کھلائے نہ اب
کہ مٹی میں اُمید مل جائے سب

کہاں تک اٹھاؤں میں یہ بارِ غم
کہاں تک ہوں تختۂ مشقِ الم

میں ہوں جان کنی میں بچا لو مجھے
تم آکر گلے سے لگا لو مجھے

کیے گرمیِ عشق نے ہوش گم
ہوا اپنے دامن کی دو آکے تم

کرو تم مرے گھر جو آنا قبول
لٹاؤں میں کیا کیا تمنا کے پھول

نہیں اب تحمل کا یارا مجھے
تمہاری جدائی نے مارا مجھے

نکلی جان جسدم تم آئے تو کیا
مرے بعد تشریف لائے تو کیا

جوانی کو کہتے ہیں اہل تمیز
بہار گلستان عمر عزیز

ملو اس جوانی میں تم اے طبیب
یہ دن اور راتیں کہاں پھر نصیب

مرے مر ہی جانے سے خوش ہو اگر
تو پھر کیا ضرورت نہ لو کچھ خبر

بلا سے میں جی سے گذر جاؤں گا
کسی کو مگر خوش تو کر جاؤں گا

بلا سے تمہاری جیوں یا مروں
مگر تم کو ناراض میں کیوں کروں

اٹھائے وہ صدمے کہ گھبرا گیا
لبوں پر دم مضطرب آ گیا

سنے جسطرح اب بلاوے تجھے
رہ آمد و شد بتاوے مجھے

اگر میرے ملنے سے ہو تمکو عار
کسی کو کسی پر ہے کیا اختیار

دعا ہے یہی خالق ذوالجلال
عدو پر پڑے اے محبت کا جال

مرے بعد پھر تم کو نفرت کہاں
یہ ہر وقت کا رنج و زحمت کہاں

نہیں ہیچ واللہ میرے بغیر
مبارک تمہیں اب غیر ہی کی سیر

جو تم سا بتاتا ہے مجھے کردگار
تو پھر کیا تمہیں تھے مرے دوستدار

تمھاری سوا کون ہی اب شفیق — مرے غم کا ساتھی الم کا رفیق
مرے حال کی ہی تمھیں اب خبر — کرو دشمنون سے نہ اب درگذر
مقامِ طرب سے نکالو اُنھین — طلسمِ مصیبت مین ڈالو اُنھین
مری اختیاری جو ہوتی اجل — تو اب تک نہ ہوتا یہ ردّ و بدل
کرو تم وہی جس مین تم خوش ہو یار — دعا پر مین کرتا ہون اب اختصار
ہین جب تک کہ گلشن مین استادہ سرو — ہین جب تک خرامان یہ کبک و تدرو
رہو چلتے پھرتے گلستان مین تم — سلامت رہو باغِ امکان مین تم
کہی شوق سے دی کے نامیہ بات — پھر آنا انھین پاؤن ای خوش صفات

تائید و نصرت

پلا ساقیا ساغرِ لطفِ یار — کہ ہو یار تائیدِ پروردگار
پلا مے قیودات سے دی نجات — کہ قایم رہون صورتِ محضِ ذات
گھرا ہون مین انبوہِ اوہام مین — دکھا حکمِ نصرت خطِ جام مین
قریب آتی جاتی ہی اب دوپہر — پگھلنے لگی برف کہسار پر
صدا ایتیون سے نکلنے لگی — ہوا بھی ذری تیز چلنے لگی
قریب آگئی وہ درختونکی چھاؤن — ہوئے خوب قابو مین اب ہاتھ پاؤن

پپیہا پی کہے چہکنے لگے جانور
وہ پانی پہ گرنے لگے جانور

ادھر ابر بجلی دکھانے لگی
نظر پانی پر جھلملانے لگی

بہت صاف ہے گو سپہر کہن
وہ منڈلا رہے ہین مگر کچھ زغن

درختون پہ بیٹھے ہین کچھ دور دور
وہ اٹھتے ہین تالون پہ بھی کچھ طیور

ہرن اور چیتل نکلنے لگے
وہ پی پی کے پانی اچھلنے لگے

ہوے آب شیرین سے جو بہرہ ور
تو کیا کیا کلیلون پہ ہین جانور

جو سڑکون پہ مزدور تھے جابجا
وہ تکتے رہے سایہ اشجار کا

بیچارہ سب کو خبر ہو گئی
کہ فرصت ملی دوپہر ہو گئی

مگر وہ پڑے ہین جو میدان مین
ہین ڈوبے لڑائی کی سامان مین

یکایک یہ ہو طبل جنگی بجا
کہ چارون مین کیا گونج اٹھی صدا

کئی روز نقارے بجتے رہے
ترائی مین بادل گرجتے رہے

یہین تین دن یونہین طیاریان
فراہم ہوا لشکر بیکران

ہوے ہوگئے مین سعادت ضمیر
کہ شاید ابھی اور آئین شریر

اسی سے وہ دانستہ خاموش ہے
مگر شاہ ملعون کو جوش ہے

وہ پھر جتنے افسر تھے سب آگئے
وہ قلعہ کی چارون طرف چھا گئے

پڑا جبکہ جنگ اور آغا ہوا | بغضب جان خو بین اس لڑیا
پکارا یہ ملعون از روی کین | ہے لینا مجھے انتقام لعین
کرو کوششیں آج میدان میں | کرو قتل ان سب کو اک آن میں
ادھر سے بحکم شہ باخدا | بڑہے میر تسلیم و تیغ الرضا
جو یہ دونوں لشکر صف آرا ہوے | بہم نار اور نور یکجا ہوے
ہوی جنگ مغلوبہ تا وقت شام | نہ نکلا مگر اس لڑائی سے کام
یونہیں جنگ مغلوبہ ہوتی رہی | اجل بخت ملعون کو روتی رہی
کٹے تین دن اور اسی ننگ سے | تو یقین گھبرا گئے جنگ سے
اٹھا ہے وہ میر سعادت وزیر | یہ کہتا ہے اسے خسرو بے نظیر
وہ ملعون مردود رب جلیل | سمجھتا ہے یہ ہے جماعت قلیل
اگر حکم پاییں لب شاہ سے | نکل آییں فوجیں کمیں گاہ سے
ابھی چاشت ہے اور آغاز جنگ | پہونچ جاییں گے دن ڈھلے بیدرنگ
جو لڑتی ہے اس وقت فوج قلیل | چلی آئی ہٹتی ہوی تا فصیل
ہٹیں گی جو یہ مار کہاتے ہوے | چلے آییں گروہ دباتے ہوے
جو ہو جاییں یکجا وہ مانند فوج | نکل کر انہیں گھیر لے اپنی فوج

اسیدم بحکم شہ نامور | یہہ پہونچادی مخبر نے سب کو خبر
گھرے جس گھڑی وہ بحال زبون | نظر آئے مور و ملخ سے فزون
ملے جب یہہ دو لشکر بیشمار | زمین پر قیامت ہوئی آشکار
کسیکو نہ باقی رہا تن کا ہوش | مگر فوج ملعون ہوئی سخت کوش
کہ اتنے مین اک لشکر بے حساب | کہ چہرون پہ ڈالے ہوئے نقاب
ہوا اہل قلعہ کا آکر معین | یہہ دیکھا تو خائف ہوئے اہل کین
بڑہے یہہ جو باگین اٹھائے ہوئے | تو بھاگے وہ سب دُم دبائے ہوئے
رہا اور کیبر دیو او غضب | ہوے ساتھ ملعون کے فی النار سب
جو باری لڑائی سے زندہ بچے | طلسم مصیبت مین جا کر گرے
گرے اس مین جو بادل دردناک | وہین ہوگئین ہڈیان جل کر خاک
نشان بھی ملا پھر نہ بدخواہ کا | فقط رہ گیا نام اللہ کا
مگر شاہ کو ہے یہہ حیرت کمال | کہ آئے کہان سے یہہ قدسی خصال

طریقت

چھکادے شراب الٰہی ساقی ذوفنون | کہ سبحٰن الٰہی ربنا راغبون
نہ چھوٹا کبھی جام سے آج تک | کہ اصبحت و امسیت خیر المسک

دے جا تو ساغر کہ تیرے بغیر
سب ہے ویرانہ مجھکو حرم ہو کہ دیر

ڈھلا دن سنہری ہوئی سطحِ آب
پہاڑوں مین چھپنے لگا آفتاب

دکھاتے ہین چوٹی وہ زرین کھجور
گیا بھاگ کر سایہ تاڑون کا دور

چلے سوئے مے خانہ آزاد رند
لگے ڈھونڈھنے آشیانے پرند

شعاعون کے ٹیلون پہ ہین کچھ نشان
چلے گاؤن کو لے کے گلے شبان

وہ مزدور سڑکوں سے بھی آنے لگے
ہر اک گو مسافر بھی جانے لگے

کھچا سرخ پردہ وہ افلاک پر
نہین آفتاب زرد سورج نظر

وہ جو لکہ ابر ہین دور تک
ہے اُن مین بھی یاقوت کی سی چمک

شفق پھول کر یہ ہوئی خون فشان
بنا عرصۂ قتلگہ آسمان

ہوا ہر طرف اک سکوت آشکار
ہوا کم ہوئی ٹھہری دریا کی دھار

جو تھوڑی سی آتی تھی بدلی نظر
وہ سونے کا پتر بنی سر بسر

ہوا جھٹ پٹا وقت بدلا سمان
لگا کھولنے جعدِ شب آسمان

نہین بدلیون مین بھی اب وہ چمک
بنا گنبدِ سنگِ موسےٰ فلک

فلک روشنی اپنی کھونے لگا
اندھیرا سا باغون مین ہونے لگا

درخت اپنے چہرے چھپانے لگے
بخارات دنیا پہ چھانے لگے

اندھیرا ہوا خوب ہر راہ مین　　جلین مشعلین لشکرِ شاہ مین

اُتر کر سواری سے وہ اک جوان　　پیادہ ہوا سوے قلعہ روان

قریب آ سکے اُس نے اٹھائی نقاب　　تو بولا وزیر الممالک شتاب

ارے یہ تو ہی شوق شہ کا مشیر　　وہ پہونچا حضورِ شہِ بے نظیر

یہ فرمایا شہ نے کہ اے غمگسار　　یہ ہین کون مردانِ جرأت شعار

کہا اس نے ان دو شخص سردار ہین　　مہماتِ ملکی کے مختار ہین

ہین سب ان کے محکوم نیرنگ و رنگ　　یہ ہین نصرة الدولہ تائید جنگ

کہا کیون یہ ڈالے ہین منھ پر نقاب　　کہا ہے یہ نامحرمون سے حجاب

گیا شوق یہ کہہ کے کہسار کو　　بلا لایا ہر ایک سردار کو

گیا لے کے شہ اُن کو خلوت مین ساتھ　　بٹھایا پکڑ کر محبت سے ہاتھ

الٹ کر نقاب اُن کے رخسار سے　　ملایا وزیرِ وفادار سے

کہا شوق ہی نے کہ اے غمگسار　　بیان کر جو لایا ہو پیغام یار

وہ بولا کہ ہین اوج پر اب نصیب　　کہ طالب ہی خود آپکا وہ حبیب

گیا لے کے جس دم مین نامہ وہان　　ہوا مہر مجھہ پر بہت مہربان

بہت غور سے لے کے نامہ پڑھا　　بلا کر پھر ان افسرون سے کہا

اسی وقت مع اپنے لشکر کے سب — روانہ ہو سوے مقام عجب

یہہ کہنے لگا مجھسے وہ عرش جاہ — یہان آنے کی ایک قریب ہے راہ

اُسی راہ سے اس کو لانا ادہر — کہ ہو منزلون کی اُسے سب خبر

یہہ کہنا تو اُس سے کہ سب چھوڑ کر — ادہر آ طلسم خودی توڑ کر

جسے چاہتے ہین بلاتے ہین ہم — نظر کر وہ اپنا بناتے ہین ہم

یہہ لے اُسکو دینا تو لوحِ یقین — بتادے گی منزل کا یہ سب کہین

مقام اوّل اوسکا ہی بابِ مجاز — یہہ کہنا کھلے گا وہان علمِ راز

ہدایت کرے لوح جس بات کی — وہان تجھکو انسب ہی کرنا وہی

جو وادیِ حیرت کی حد آئیگی — تو یہہ لوح آئینہ بن جائیگی

نہ دیکھے گا کوئی تو اپنے سوا — انا الحق کی ہر سمت ہوگی صدا

وہان سے جو گذریگا ہے دشتِ ہُو — نظر آئے گا ایک ہی چارسو

جو کچھہ حق ہے دیکھے گا تو بس وہان — نہ ہوگا کوئی واسطہ درمیان

وہان سے ہی آگے ہی سرزمین — ملیں گے یہان پہلے تجھہ سی ہمین

یہان تیری نظرون مین ہی بہ لقا — رہے گا نہ کوئی ہمارے سوا

بس اک عالمِ قدس ہوگا یہان — تعدد نہ تمیز کا کچھہ نشان

نہیں منزل عشق مین انتظام
ہین دکھلانے پر تجہہ کو سارے مقام

نہ شیطان کچہہ ہی نہ طاعت ہی کچہہ
نہ دوزخ یہان ہی نہ جنت ہی کچہہ

نہ ہی جبر کچہہ شی نہ کچہہ اختیار
وہی کفر ہے جو کہے غیر یار

نہ ہی کفر کچہہ شے نہ اسلام کچہہ
نہ زنّار کچہہ سے ہے نہ احرام کچہہ

نہ ترتیب کچہہ ہی نہ کچہہ اختلاف
ہے اضداد سی مطلعِ عشق صاف

دوئی کی کسی جا سمائی نہین
یہان غیر سے آشنائی نہین

نہ اقرار ہے کچہہ نہ انکار ہے
جدہر دیکہیے یار ہی یار ہے

نہ مین ہون نہ تو ہی نہ ہی قال و حال
مگر اسے نظر کردہ ذوالجلال

تری اس مین تعلیم منظور ہے
نہین تو رہِ قدس کیا دور ہے

پلک مارنے سے کہین بیشتر
مرے ساتہہ ہوتا تو شیر و شکر

نہین ملتا ہر شخص کو یہ مقام
کہ اس شان کا خاص رحمت ہی نام

جسے چاہین کرتے ہین ہم اس سے میل
کہ یہ سب ہے اپنی عنایت کا کہیل

نہ جس کی ہم اس مین ہدایت کرین
وہ کہایا کرے تا ابد ٹہوکرین

روانہ کئے دو دو نیہ اس لیئے
کہ لے آئین یہہ تجہکو آرام سے

کہ ہین گے ابد تک نہ تجہکو جدا
جو وعدہ کیا ہے کرین گے وفا

سنا ہے یہ تو وہ عاشق منتظر | اُٹھا حسبِ فرمانِ مہرِ منیر
وہان جتنے تھے فلک قدر تھے | حوالے کئے خانِ تقدیر کے
مقرر کئے اپنے نائب وہان | سحر ہوتے ہی ہو گئے سب روان
ثناخوانِ ربِّ یگانہ ہوئے | سوئے قدس پانچون روانہ ہوئے

عزمِ طلسم

پھر چلے ساقیا دور گم ہون حواس | کہ جوبن دکھائے بسنتی لباس
اُٹھا جامِ زرین پلا بیدرنگ | کہ عاشق کے حصّے مین ہی زرد رنگ
ڈھلے زعفرانی شرابِ نیاز | کہ مستی مین کھولون مین رازِ مجاز
وہ موسم آئے آنکھون پہ ہی کیا سمان | چمکتی ہین پکھراج کی کلغیان
دکھاتے ہین وہ چار پھول اب ببول | ہین پر دو رنگ پھولے سرسون کے پھول
ہے اس زرد چادر مین اتنا اثر | اُدھر جاکے آتی نہین پھر نظر
دیا کس نے یہ آبِ زر بے قیاس | کہ ہر کھیت کا ہے بسنتی لباس
یہ زربفت اور کارِ الٰہی کا کام | کیا کس نے مخمل پہ یکسان تمام
یہ مستی دکھائی ہے پھولسن نے | کہ آنکھون مین سرسون لگی پھولنے
نظر طرفہ تر رنگ لانے لگی | ہتیلی پہ سرسون جمانے لگی

چلی لوٹنے رنگِ عشاق کو ۔ وہ سوجھی نہ سوجھے جو قزاق کو
طبیعت جو یہ لطف اٹھانے لگی ۔ رقیبون پہ زردی سی چھانے لگی
سنہری ہوئی سن کی پکی پھلی ۔ چھڑے اور چھیا گل بجانے لگی
گلے مین کھجورون کے وہ چمپئی ۔ پنہائی ہے موسم نے چمپاکلی
وہ پھولا کسم غیرتِ زعفران ۔ بنا رشکِ کشمیر ہندوستان
سنہری امربیل کی نتھ بول ۔ وہ پہنے ہے اور کیل ہے زرد پھول
چمکتے ہین گوندی کے پھل دور سے ۔ کہ یہ قدرتی زرد موتی پھلے
چمک مین وہ سینکو نکلی ہے کیا بہار ۔ کہ قدرت نے کھینچے ہین سونے کی تار
وہ پلتی ہے سرسے کی سوکھی پھلی ۔ لٹکتی ہے سونے کی یا پچلڑی
جو بنسے ہین کچھراج کے زرد تیر ۔ دکھاتی ہین سونے کو جگنو کنیر
مٹر کی وہ پھلیان جو پکی ہین سب ۔ ہوئی زر کی چشمن ہین کس نے آب
وہ کیا کیا چمکتی ہے کمرکھ کی پھانک ۔ بنائی ہے قدرت نے کندن کی ٹانک
وہ لیمون جو لٹکے کاغذی سبز تر ۔ لٹکتے ہین اسپن کے تعویذ زر
پہاڑی کسونجی سے ہے جو سامنے ۔ بلاق اسکو سونے کے کس نے دیے
وہ پہنے ہین سونے کی بھی ڈالیان ۔ سنہری اسبرل کی بالیان

وہ گیندے کی شاخین جو تھین سبز فام   ہین لٹکے کندن کے جھمکے تمام

ہوئی زرد یک کر چھلی سیم کی   چمکتی ہین کیا بجلیان چمپئی

خزان بھی ہی گو بعض اشجار کی   وہ ہلتے ہین پتے سنہرے ابھی

وہ چمپا کہ خجلت دہ لاجورد   ملا کیا ہی جھومرا سے زرد زرد

اُٹھائے ہوئے ہاتھ سورج مکھی   دکھاتی ہے سونے کی وہ آرسی

ہوئی اُلفت ایسی اسے مہر کی   کہ بڑھ بڑھ کے کندن کی کنگن بنی

جو داؤدی کے زرد غنچے کھلے   کرن پھول ان کو کہان سے ملے

وہ پہنے ہوئے سبز پتے کہین   گلِ اشرفی کی حمائل حسین

ہری گودھ کیلے کی تھی جو ادھر   بنی جھاڑ پکھراج کا سر بسر

لئے جامِ زرین بصد آب و تاب   وہ کیا زرد زرد آج پھولا گلاب

پپیتے کو- امرود کو- شکلِ ورد   دے گیندے کس شوخ نے زرد زرد

سنہری جو گوبھی ہین پھول آئی ہین   کٹوری پہ سونے کے اوندھائی ہین

چھڑک کر زبرجد کی کوندون پہ شیر   اُٹھایا ہے بیسن کا کس نے خمیر

وہ پھولون پہ سرسمت چھایا بسنت   وہ بلبل بھی گاتے ہین کیا کیا بسنت

عجب مست خوشبو ہی سورونکی آج   کہ پرہیزگارون کا بدلا مزاج

درختوں پہ وہ اُتری آتی ہے دہوپ
زمین پر بھی سونا چڑھاتی ہے دہوپ

پڑا زرد کرنوں کا عکس آب مین
ہوا زرد پانی بھی تالاب مین

جو اُڑتی ہین مرغابیان کچھ اودہر
اُڑاتی ہین پیلو وہ ہر تال پر

لئے جاتے ہین آج اہلِ عقول
کوئی زعفران کوئی ٹُتن کوئی پہول

بسنتی ہے ہر جامہ ہر بشر
کہ ہلدی بھی شرماتی ہے دیکھکر

ہے معشوق باصدِ ادا زرد سے
جسے دیکھیے زرد ہی زرد ہے

نہ کیون اتنی زردی پہ ہو عقل دنگ
یہہ چھایا ہے اُڑ اُڑ کے عاشق کا رنگ

مگر دم محبت کا بھرتا ہوا
وہ جاتا ہے وہ سیر کرتا ہوا

لئے ہے کسی کی محبت مین جوگ
وہ سنتا ہے بس جوگیا اور بیروگ

غضب ہو گا اُس کا رخِ دلپذیر
ہے پروانہ جس شمع کا بے نظیر

وہ کُندن سا چہرہ دمکتا ہوا
وہ گورا بدن کیا چمکتا ہوا

بسنتی فقط ایک تہ بند پاس
سجیلے بدن پر غضب کا لباس

رفیق اُس کے کیا کیا محبت شعار
حسین وطرحدار عالی وقار

مزاج اوسکا ہر دم سنبھالے ہوئے
وہ سانپ آستینوں مین پالے ہوئے

جبین سے عیان فرِ شاہنشہی
فقیری مین بھی صولتِ خسروی

بھرا پاک دل مین کسی کا نیاز
پر اس پر بھی ہر لحظہ سر گرم ناز

یہ معلوم ہوتا ہے کوئی امیر
ہوا زلف جانان کا تازہ اسیر

جو چلتا ہے وہ تو گرفتار غم
اٹھاتا ہے کس نازکی سے قدم

چلا اس ادا سے وہ شاہ چگل
کہ بس پس پٹے اسکے دو عالم کے دل

جو کہتا ہے کوئی کرم کیجیے
ذرا دیر سایے مین دم لیجیے

تو کہتا ہے وہ ہنس کر او بے خبر
سجے گا یہ آسن دربار پر

کھلا اس پہ ایسا بسنتی لباس
کہ سورج ہوا دیکھکر بدحواس

اثر عشق کا اتنا پیدا ہوا
اسے جس نے دیکھا وہ شیدا ہوا

بہت دیکھکر جلوہ شائق ہوے
بہت نام ہی سن کے عاشق ہوے

زمانہ کل اس کا بروگی بنا
خدا جانے یہ کون جوگی بنا

باب غفلت

پلا ساقیا ساغر عیش نشان
دکھا مجھکو نشہ مین سیر جہان

کہان کی حیا اور کیسا حجاب
دیے جا تو بھر بھر کے جام شراب

پلا دے مئے وصل کے خم کے خم
کہ ہون ذوق مستی مین یہ ہوش گم

شفق ہے نے جو چھڑکا فلک پر شہاب
اٹھا خون مین ڈوب کر آفتاب

اثر نیند کا صبح کو سونے لگی ‎ ‎ تجلی رخ مہر دہونے لگی

سحر مل کے غازہ ہوئی خندہ زن ‎ ‎ لگی پہوٹنے زعفرانی کرن

چڑہا جادہ پیما شہِ بے نظیر ‎ ‎ جلو مین وہی اسکے چارون مشیر

بلا گرد اقبالِ فیروزمند ‎ ‎ لگائے ہوئی چتر بختِ بلند

وہ شاہِ زمانہ اسی شان سے ‎ ‎ چلا جا رہا ہے عجب آن سے

نظر آیا دہ ایک بابِ بلند ‎ ‎ رفیقون سے بولا وہ اقبال مند

یہ کیسی عمارت ہے کیا نام ہے ‎ ‎ بہلا اس کا جنگل مین کیا کام ہے

وہ بولے کہ ہے کوئی شہرِ حجاب ‎ ‎ اسی کا ہے یہ بابِ عظمت مآب

کہا کس کے ہے زیرِ فرمان یہ شہر ‎ ‎ ہوئے حرف زن یون وہ فیروز بہر

کہ اس کا بھی حاکم ہے مہرِ سپہر ‎ ‎ پر اے عاشقِ صادقِ بے نظیر

وہان کا ہے کچھ اور ہی انتظام ‎ ‎ نہین منزلِ عشق سے اسکو کام

کہا شہ نے دیکھونگا مین بھی اسے ‎ ‎ یہ سنکر یہ کی عرض اصحاب نے

کہ ہے شاہ راہِ محبت قریب ‎ ‎ ادہر جانے سے ہوگی زحمت نصیب

نہ زنہار جائین ادہر کو حضور ‎ ‎ کہ پہیر اس طرف سے پڑیگا ضرور

وہ اک راہ ہے دور و تاریک تر ‎ ‎ بہت کم نکلتے ہین اس سے بشر

کہا شاہ نے یہ مرے دل میں ہے | کہ سب دیکھوں جو پہلی منزل میں ہے
یہ کہکر چلا سوئے شہرِ حجاب | بڑہے آگے یارانِ حکمت مآب
ادہر کے ارادے جو کامل ہوئے | وہ سب بابِ غفلت میں داخل ہوئے
نظر کی جو پھر کر ادہر او ادہر | تو اک دوسرے کو نہ آیا نظر
جو پیش آئی راہِ امید و ہراس | پریشان ہوئے پانچوں شکلِ حواس
چلا شوق پر سوئے مہرِ منیر | یہ سمجھا ملے گا وہیں منتظیر

حیلہ

اٹھا ساقیا جامِ صہبائے ناب | کہاں تک پھروں دشتِ غم میں خراب
پلا ساغرِ عشق وہ بیمثال | کہ ٹپکے نگاہوں سے رنگِ جلال
بہا نشۂ مے کو وجہِ سرور | ہے دنیا میں درکار حیلہ ضرور
گیا شمس جو تا بہ نصف النہار | بنی سطحِ بحرِ رواں شعلہ زار
ہوئے دہوپ سے گرم دشت و جبال | دکھانے لگا مہرِ تاباں جلال
صف آرا شعاعوں کا لشکر ہوا | درختوں کا سایہ برابر ہوا
سنو حال اب شاہِ آفاق کا | بڑھا حوصلہ چشمِ مشتاق کا
چلا جا رہا ہے اٹھائے قدم | نہیں کچھ رفیقوں کے چھٹنے کا غم

گیا ہوگا کچھ دور شاہِ جہان | یکایک ملا دشتِ مازندران
وہ صحرا کہ پُر ہول و خوف و خطر | کفِ دست میدان آیا نظر
نہ پانی کہ تازہ ہو جان حزین | نہ سایہ کہ دم لے مُسافر کہین
نہ جانے کا رستہ نہ جائے قیام | جدہر دیکھو سنسان جنگل تمام
تھکا جو وہ شاہنشہِ نامدار | ہوا خستگی سے بہت بیقرار
نظر آئی جو شکلِ بیچارگی | زمین پر گیا بیٹھ یکبارگی
کہ اتنے مین مانندِ نخلِ کہن | دکھائی دیا شہ کو اک اہرمن
وہ غولِ بیابان اُسے دیکھکر | یہہ سمجھا دیا حق نے حلوائے تر
پڑا کھول کر منھہ سوئے پادشاہ | مگر ملتے ہی اُس حزین سے نگاہ
جلالِ محبت اثر کر گیا | وہ ہستی سے اپنی سفر کر گیا
گرا ہوکے بیخود وہین خاک پر | یہہ دیکھا تو اُٹھا شہِ دادگر
زبس تھا ترشّح زراہِ کرم | گیا پڑھ کے اس وقت کچھ اُس پہ دم
اُسے ہوش آیا تو پروانہ وار | ہوا اس چراغِ کرم پر نثار
اُٹھا کر اُسے دوش پر ناگہان | ہوا دشت سے شکلِ صرصر روان
لیے بے ذری دور وہ باوفا | کہ دیوون کا لشکر نمایان ہوا

پیادہ ہوئے سب اُسے دیکھکر — تو سمجھا وہ شاہنشہِ دادگر
کہ بیشک یہہ دیووں کا سردار ہے — مری دوستی کے سزاوار ہے
جیت کام نکلیں گے اُس سے یہان — اسی فکر مین ہے شہِ دو جہان
کہ اُس دیو نے آن کی آن مین — اُتارا اُسے لا کے ایوان مین
ہوا گرم سامانِ عیش و نشاط — بڑھانے لگا دم بدم ارتباط
کہا شہ نے تو کون ہے کیا ہے نام — کہا اُس نے اے شاہِ عالی مقام
مین ہون دیو حیلہ مرا نام ہے — حفاظت یہان کی مرا کام ہے
ہین جتنے یہہ باشندہ دیوسار — تنومند مانندِ نخلِ چنار
مرے زیرِ فرمان ہین اے شاہِ دین — کسی بات مین عذر ان کو نہین
یہان کوہ پیکر ہی رہتے ہین سب — اسی سے ہمین دیو کہتے ہین سب
گیا تھا سوئے دشت بہرِ شکار — ہوا آپ سے راستے مین دوچار
مگر جب سے مین اس تحیر مین ہون — گرفتار بندِ تفکر مین ہون
کہ کیا اس سفر کا بہانہ ہوا — یہان آپ کا کیونکر آنا ہوا
سنائی اُسے شہ نے کل داستان — کیا راز پوشیدہ سارا عیان
یہہ سب کہہ چکا جو شہِ خوش نہاد — گرا اُس کے قدمون پہ وہ دیوزاد

اٹھا کر سر اُس کا شہنشاہ نے
گلے سے لگایا بڑے پیار سے

کہا اُس نے ہون سخت نادم حضور
مجھے سمجھیں پر اپنا خادم حضور

محبت کا دل سے خریدار ہون
اشارے پہ سر دینے کو تیار ہون

ہون جسدم جہان آپ جلوہ فروش
ہے خدمت کو حاضر یہہ حلقہ بگوش

یہہ کہکر کیا یاد ماحضر شتاب
چنانچہ پیشِ سلطانِ عالی جناب

شہِ دو جہان نے تناول کیا
ادہ لش اپنا سبکو تبرک دیا

رہا کچھ دنون جو وہان وہ امیر
ہوے مرد و زن سارے فرمان پذیر

بلا کر یہہ حیلہ سے اک دن کہا
کہ اس سرزمین پر بہت مین رہا

ارادہ ہے چندے سفر کیجیے
کہین چل کے کچھ دن بسر کیجیے

یہہ سُنکر بہت عذر اُس نے کیے
نہ مانا کوی شاہِ آفاق نے

کہا اُس نے اے شاہِ میرِ وزیر
بہر حال ہون مین تو فرمان پذیر

ہمین آج شب یہ بسر کیجیے
دمِ صبح عزمِ سفر کیجیے

یہان سے ہی نزدیک ملکِ قاف
بہت پُر فضا ہی بہت پاک و صاف

وہان کے ہین انسان جیسے حسین
کہین ایسے دُنیا مین ہونگے نہین

کہ وہ جا جِنّیہ کا ہے ملکِ سرد
پری عورتین ہین پری زاد مرد

نہین مفلسی کا بھی نام و نشان — جواہر پری ہے وہان حکمران

غضب شوخ و آفت ہے فتنہ شریر — نہین حسن مین کوئی اُس کا نظیر

وہان کی بھی کچھ سیر فرمائیے — جہان چاہے جی پھر وہان جائیے

پھرین آپ کاندھے پہ میرے سوار — مین ہر وقت ہر جا ہون خدمتگذار

کہا شہ نے بہتر ہے یہ بھی سہی — وہین چل کے دیکھین ذرا دل لگی

ملکِ قاف

صبوحی پلا ساقیا زود تر — کہ ہے عین مستی مین عزمِ سفر

وہ مے دے کہ گو مستِ صہبا رہون — جو بہکون بھی تو راہ پر آ رہون

اُٹھا جامِ زر دور کر یہ حجاب — سراپا بنا مجھکو روحِ شراب

شبِ مہ کی ٹھنڈی ہوئی گرمیان — شعاعین دکھانے لگین شوخیان

دمِ صبح سیندور اُڑانے لگا — چراغِ کواکب بجھانے لگا

اُٹھانے لگا مہرِ تابان نقاب — تجلی مین چھپنے لگا ماہتاب

زمانے پہ چھایا جو رنگِ سحر — وہان سے کیا شہ نے عزمِ سفر

اُڑا لے کے وہ دیو مازندران — ہوا پانچوین روز داخل وہان

نظر آیا اِک شہر مینو سرشت — سواد اُس کا رشکِ ریاضِ بہشت

ٹہلتی ہے بادِ بہاری کہین — پہاڑون سے چشمے ہین جاری کہین
کہین لالۂ خودرو کہین ارغوان — کہین سنبلِ تر کہین زعفران
غرض ہر طرف وادیِ مرغزار — درختانِ سرسبز تازہ بہار
جو یہہ عالمِ لطف آیا نظر — تو اترا وہین وہ شہِ نامور
ہوئی محوِ نظارہ چشمِ حباب — پڑی ہے بہ پابوس ہر موجِ آب
لبِ جو تہِ نخل وہ بیٹھ کر — لگا دیکھنے جانبِ بحر و بر
کہین اُڑتے ہین ڈالیون پر پرند — کہین سبزہ پر دوڑتے ہین چرند
نگاہون کا اُس کی یہہ چھایا اثر — کہ نخچیر ہر سو ہوئی جلوہ گر
پھنسے دامِ الفت مین سب وحش و دام — غزالانِ صحرا ہوئے اُسکے رام
نکل کر سرِ ریگ بیتاب سی — تڑپنے لگی ماہیِ آب بھی
بہت سیر سے دل کو فرحت ہوئی — ہم آغوشِ خاطر مسرت ہوئی
اِسی طرح وہ شاہِ عالی مقام — رہا گرمِ نظارہ تا وقتِ شام

جواہر

پلا ساقیا لے ترے دم کی خیر — کہ مستی مین ہو ملکِ خوبان کی سیر
اُٹھا جام کر زود تر کامیاب — نہین تو کہان پھر یہہ عہدِ شباب

مے وصل سے کر مجھے بے خبر | قریب آگئی شام غفلت نگر
شفق کی وہ سرخی ہوئی آشکار | سنہرا ہوا قُلّۂ کوہسار
لگا کرنے حل آسمان زعفران | بسنتی ہوئی سطحِ آب روان
کنارِ فلک آگیا آفتاب | روانی سے رکنے لگی موج آب
یہ دیکھا تو سلطانِ عالی گہر | بڑہا جانب شہر مثلِ نظر
ہوا چوک کے سمت پہلے گزار | تو دیکھا برنگِ عروسِ بہار
چپ و راست آراستہ ہر دُکان | ٹہلتے ہین سرمست کیا کیا جوان
عمائد بھی کچھ شہر کے ذی وقار | چلے جا رہے ہین فٹن پر سوار
بہت گلرخون کو بٹھائے ہوئے | وہ جاتے ہین دُگنت اُڑائے ہوئے
وہ نازک حسین جنکی عالم مین دھوم | ہے ان سکائش پارک مین کیا ہجوم
وہ پھولونکی کلغی لگائے ہوئے | نزاکت سے چابک اُٹھائے ہوئے
نظر آتی ہے شانِ حسن آفرین | ہوا کھانے نکلے ہین کیا کیا حسین
کھڑے ہین وہ مالی اُدھر بیشمار | لئے کامنی اور سیوتی کے ہار
وہ پھولون کے گجرے جھکتے ہوئے | گلُون کے گلے مین چمکتے ہوئے
چلے آتے ہین وہ ہزارون نگار | مزے لُوٹتی ہر نظر بار بار

تماشائیون کا ہے یہہ اژدحام ۔ کہ چھلتے ہین کاندھون سے کاندھے تمام

حسینون کا جھرمٹ جدھر دیکھیے ۔ نظر کو یہہ حیرت کدھر دیکھیے

بسا عطر مین ہر اک کا لباس ۔ معطر ہو جس سے دماغِ قیاس

یکایک تفرج کنان وہ پری ۔ گیا سوئے قصرِ جواہر پری

جھروکے سے تھی وہ تماشا کنان ۔ پڑی اُس جوان پر نظر ناگہان

تو دیکھا کہ رشکِ مہہ و آفتاب ۔ ہے اک نوجوان مستِ حسنِ شباب

نئی وضع ہے ۔ طرفہ انداز ہے ۔ ہر اک گام پر فتنہ پرداز ہے

بنائے ہوئے جوگیونکا وہ بھیس ۔ نہ معلوم چھوڑا ہے کیون اپنا دیس

فقیری مین بھی ہے عجب عزّ و جاہ ۔ مقرر کسی ملک کا ہے یہہ شاہ

ہے گو ۔ گرد مین روشنی رخ کی ماند ۔ چھپا ہے کہین خاک ڈالے سے چاند

بلا کی ہے چھل بل غضب کی اُمنگ ۔ نگاہین لگاتی ہین دل پر خدنگ

یہ دیکھا تو رخصت ہوئی صبر و ہوش ۔ گری کھا کے غش وہ بتِ خود فروش

انیسون جلیسون نے اٹھکر شتاب ۔ سنگھایا اُسے عطر چھڑکا گلاب

اُسے ہوش آیا تو بے اختیار ۔ ہوئی کھینچ کر ایک آہ اشکبار

گھٹے صبر و تسکین بڑھا دردِ دل ۔ ہوئی کثرتِ گریہ سے مضمحل

کھٹکنے لگا سینے مین خارِ غم — چبھا دل مین پیکانِ تیرِ الم
ستانے لگا خود بخود اضطراب — ہوا کارگر عشقِ خانہ خراب
ہوئی اس کے ملنے کی حسرت کمال — لگا چٹکیان لینے شوقِ وصال
تھی ایک اُسکی ہمراز گوہر پری — الگ کرکے اُس کو یہہ کہنے لگی
کہ اس نوجوان نے تو مارا مجھے — ملا اُس سے جلدی خدارا مجھے
نہ لائے گی اُسکو تو مرجاؤنگی — تڑپ کر مین جی سی گذر جاؤنگی
عوض اس کے دونگی زر و ملک و مال — کرونگی تجھے ہر طرح سے نہال
وہ کہنے لگی خیر جاتی ہون مین — جو آتا ہے تو ساتھ لاتی ہون مین
مگر لاابالی ہے وہ نوجوان — مین کیونکر کہون آئے گا خود یہان
چلی وہ پری زاد محشر خرام — ادب سے کیا جاکے اسکو سلام
کہا شاہ جی کیونکر آئے یہان — کہان جائے گا ہی آسن کہان
تکلف نہ ہو تو ذرا آئیے — وہان تک قدم رنجہ فرمائیے
نظر آتا ہے جو محل سامنے — سجایا ہے اُسے خوب خدام نے
یہی آرزو ہے کہ اب وہ مکان — بنے فیضِ مقدم سے رشکِ جنان
کہا شہ نے چل دور ہو اے پری — کسی اور سے جاکے کر دلگی

فقیرون کو کیا اہلِ دنیا سے کام ‏ ہے ایسی تواضع کو میرا سلام
کہا اُس نے اسے مالکِ دوسرا ‏ ہے اسباب یہ سب ہمارا تمہارا
جھروکے مین تھی شاہزادی ابھی ‏ نظر آپ پر اُس کی ناگہہ پڑی
سمجھکر مسافر یہ مجھسے کہا ‏ کہ تو شاہ صاحب کو جا جلد لا
وہ آئین تو ہو سرفرازی ہمین ‏ کہ واجب ہے مہمان نوازی ہمین
مرے گھر مین ہون جو وہ رونق فزا ‏ یہ غم خانہ بنجائے عشرت سرا
فقیرون سے ہے اسکو الفت بہت ‏ ہے واللہ مشتاقِ خدمت بہت
کہا اُس جوان نے کہ اے بیسوا ‏ خوشامد سے مجھکو لبھاتی ہے کیا
کہان شاہزادی وہ رشکِ سمن ‏ کہان مین مسافر غریب الوطن
پریشان دلی مین کہان یہ حواس ‏ کہ بیٹھون مین جاکر کسی گل کے پاس
نہین اُس کے ملنے کی پروا مجھے ‏ اگر وہ ہے مشتاق تو کیا مجھے
کسی سے غرض مجھکو اصلا نہین ‏ مگر دل نہ ٹوٹے کسی کا کہین
اگر واقعی دل سے یہ بات ہے ‏ کہ منظور اُسکو ملاقات ہے
تو خود آکے مل جائے مجھسے یہان ‏ نہین غم مین وہ گل کہان مین کہان
مسافر فقیر اور دل بے قرار ‏ پھر ایسون سے رہنے کا کیا اعتبار

طبیعت کا ایسا جدھر پاؤں گا
یہ نہیں سیر کرتا چلا جاؤں گا

یہ سنکر ہوئی دنگ وہ حیلہ جو
کہا جا کے اُس سے کہ اے شعلہ رو

نہیں تجھکو یہ ناز امیری میں بھی
بہت دُور ہے وہ فقیری میں بھی

میں کہتی تھی تجھ سے نہ آئے گا وہ
مجھے چٹکیوں میں اُڑائے گا وہ

کہا تھا یہ گو فکرِ انجام نے
وہی بات آئی مگر سامنے

سخن معجزہ سحرِ گفتار ہے
مگر ایک ہی شوخ و عیّار ہے

میں واری گئی جانے دے یہ خیال
ہے ایسے کے ہاتھوں سے جینا محال

نہیں میرے کہنے کا اُس کو یقین
تجھی کو بلاتا ہے ظالم وہیں

کہا اُس نے جو ہونی ہو اب سو ہو
نہیں تاب لیکن دلِ زار کو

پر اچھی نہیں بات کھوٹی کھری
ذرا دل میں اپنے سمجھ اے پری

فقیر ایسے ہوتے ہیں نازک مزاج
ہے بیشک کوئی صاحبِ تخت و تاج

وہ آتا نہیں تو میں خود جاؤں گی
اُسے دل میں بہلا کے لے آؤں گی

یہ کہکر مکان سے بحالِ تباہ
اُٹھی یک بیک صورتِ دودِ آہ

وہ گودھر کو لے کر روانہ ہوئی
قدمبوسِ شاہِ زمانہ ہوئی

ہوئی پاؤں پر گر کے اشکبار
یہ کی عرض اے مایۂ افتخار

یہ کیون آپ کو مجھ سے وحشت ہوئی — یہ کیون کفش خانہ سے نفرت ہوئی

ہے سچ ہے مین خدمت کے قابل نہین — کسی طرح صحبت کے قابل نہین

مگر آپ کے تو کرم چاہئے — غریبون کا بھی درد و غم چاہئے

کہان ایسے ہم لونڈیون کے نصیب — کہ الفت سے بٹھلائین حضرت قریب

ہمین یہ ہوس بن کے خدمتگذار — کرین دولت و دین و دل سب نثار

یہہ سن کر ہنسا خسرو بے نظیر — کہا اسنے ہم تو ہین مرد فقیر

دیا چھوڑ اپنا ہی جب تخت و تاج — تو پھر کیا کسی کی ہمین احتیاج

کہا آپ اب فخر آفاق ہین — سلاطین آفاق مشتاق ہین

خدا رکھے ہین آپ گو بے غرض — نہین دوستی دشمنی سے غرض

مجھے تو ہے اپنی محبت سے کام — کہ بے عشق ہے زندگانی حرام

ضرور آپ کو گھر مین لیجاؤنگی — نہین منھ کسی کو نہ دکھلاؤنگی

کوئی اور صورت نکالونگی مین — منگا کر ابھی زہر کھالونگی مین

خدا نے کیا آپ پر یہہ کرم — نہ رکھئے روا عاجزون پر ستم

یہہ مانا کیا مجھکو خانہ خراب — خدا کو بھی دینا ہے اکدن جواب

کہا شہ نے اس سے غرض کچھ نہین — ہین پر بندہ عشق ہم اے حسین

ترے دل مین ہی درد سوز و گداز
ہنین تجھ سے کچھ اب ہمین احتراز

جسے ہم سے الفت ہو وہ خوب ہے
محبت کی گالی بھی مرغوب ہے

جواہر یہ بولی کہ گو ہون کنیز
ہون خادمہ کب مجھے یہ تمیز

مگر آپ بندہ نوازی کرین
مرے درد کی چارہ سازی کرین

ہون رونق فزا چلکر ایوان مین
کرین سیر خوبان پرستان مین

یہہ سنکر اٹھا وہ شہ خوش نہاد
چلا صورت موج باد مراد

پری قاف کی دیو بازندران
ادب سے ہوئے ساتھہ اسکے روان

اسی طرح وہ سب کی سب آن مین
ہوے جلوہ گر آکے ایوان مین

غرض دیکھتا بھالتا ہر مکان
سر بام پہونچا وہ شاہ جہان

تو دیکھا کہ وہ صاف ہے اسقدر
نگاہین پھسلتی ہین دیوار پر

کنول جھاڑ فانوس ہانڈی گلاس
ہر اک وضع کے آئینے بیقیاس

لگے ہین قرینے سے سب جابجا
جنان کی طرح سارا کمرہ سجا

چڑھین بتیان مشک کافور کی
تجلی ہر اک شمع مین نور کی

منبت منقش در و بام سب
مہیا ہر اک ساز عیش و طرب

تکلف کے اسباب پہلے ہی سے
زیادہ ضرورت سے موجود تھے

جو شہ کو پسند آگیا وہ مکان — اُسی جا کیا خاصہ بھی نوشِ جان
وہیں دیر تک گرم صحبت رہی — بہم رسمِ حرف و حکایت رہی
فراغت ہوئی جشنِ راحت سے جب — ذرا دیر کو سو رہے سب کے سب

نقشِ سلیمان

پلا ساقیا جامِ فرحت اثر — کہ اٹھلا رہی ہے نسیمِ سحر
بنا بیخود و مست کر دل کو شاد — دکھا نشہ میں سیرِ باغِ مراد
اُٹھا بے جھجک ساغرِ لالہ فام — مے وصل سے کر مجھے شادکام
جو راہی ہوا کاروانِ نجوم — ہوئی آمدِ مہرِ تابان کی دُھوم
شفق میں چمکنے لگی وہ کرن — سُنہری ہوئی سقفِ چرخِ کُہن
ملی روشنی مہر کے جام کو — اندھیرا نہ باقی رہا نام کو
جواہر اُٹھی بسترِ ناز سے — جگایا اُسے حسنِ انداز سے
حوائج سے فارغ ہوا جب وہ شاہ — تو کہنے لگی اُس سے وہ رشکِ ماہ
ہے نقشِ سلیمان یہاں ایک باغ — کہ رضوان کا جس سے ہو تازہ دماغ
کھلے ہیں ہزاروں طرح کے گلاب — وہاں اور پھولوں کا پھر کیا حساب
چہکتے ہیں کیا بلبلِ خوش نوا — سہانا ہی وقت ہے سیر کا

کہا شہ نے بہتر ہے چلیے ابھی
رہین چل کے بہلا مین کچھ دیر جی

یہہ کہکر اُٹھے دونون وہ بامراد
چلے جانب باغ مینو سواد

ابھی ہین وہ گو کچھ گلستان سے دور
لگا کھینچنے دل کو لحن طیور

جو پہنچا در باغ تک وہ نگار
قدم لینے دوڑی نسیم بہار

دعائین لگے دینے برگ چمن
گئی لوٹ پاؤن پہ شاخ سمن

ہرا فرش سبزہ بچھانے لگا
قدم سر پہ جادہ اٹھانے لگا

پھرے گرد آ آ کے مرغ ہوا
بلائین لگی لینے موج صبا

روش خاکساری دکھانے لگی
کہین نرگس آنکھین بچھانے لگی

بڑھا دیکھ کر بلبلون نے درود
ہلانے لگی مورچھل شاخ عود

خوشی سے شگفتہ ہوا روے گل
بڑھی عطر دان لیکے خوشبوے گل

جھکا کر سر گیسوے پر شکن
لگا جھاڑنے سنبل تر چمن

بچھانے لگی صبح کافور تاب
چھڑکنے لگی شبنم گل گلاب

بڑھا پیشوائی کو جوش نمو
چلی رکھ کے سر خاک پر آبجو

جھکی شاخ گل بہر تسلیم کو
اُٹھے سرو و شمشاد تعظیم کو

زر گل کیا باغبان نے نثار
تصدق ہوئی نو عروس بہار

کھلے پھول وہ آئے جو متصل — دیے غنچہ تا شگفتہ ہو دل
جما خوب گلشن مین دربارِ عیش — دیا نذرِ قدرت نے گلزارِ عیش
ترقی ہوئی وصل کے جوش مین — اڑی بوئے گل ایک آغوش مین
ہوئے دونون جس دم وہان جلوہ گر — قرانِ مہہ و مہر آیا نظر
سجا ہے وہان ایک بنگلہ نفیس — ہوئی جا کی دونون ہین ہمجلیس
جو دیکھا ہے آراستہ وہ مکان — تو کہنے لگا اُس سے شاہِ جہان
رہین گے یہین آج ہم رات بھر — چلین گے سوئے خانہ وقتِ سحر
اسی کو رہے مشورے تا بہ شام — کٹی عیش و عشرت مین وہ شب تمام
ہوا طبعِ شہ کو جو منظور یہہ — ہوا آخرِ کار دستور یہہ
کہ ہر روز وہ شام سے تا سحر — اُسی بنگلے مین رات کرتے بسر
مگر وہ پری غم سے گھلنے لگی — چھپانے سے بات اور کھلنے لگی
لگی کھانے وہ شعلہ رو پیچ و تاب — بڑھا قرب سے اور بھی اضطراب

طبیعت تو قابو سے جاتی رہی
بناوٹ سی لیکن چھپاتی رہی

ہدایت

پلا بادہ اے ساقیِ عشقِ یار | کہ دنیا کا سب ہیچ ہی کاروبار
لگا جامِ زر منھہ سے پھر شتاب | ہوں فرزند پیرِ مغان میں خراب
اوٹھا وہ صراحی جو ہادی بنے | ندا نے ازل کی منادی بنے
اندھیرا گیا غرب میں شام کا | ہوا دور اب بدر کے جام کا
وہ مہتاب سے پھول جھڑنے لگے | زبرجد پہ الماس جڑنے لگے
شبِ ماہ جلوہ دکھانے لگی | زمانے پہ حیرت سی چھانے لگی
لبِ جو نظر آئی اک بارگاہ | فلک قدر کیوان حشم عرش جاہ
منقش سراپردہ سبز فام | جواہر نگار و مطلا تمام
لبِ جو ہے سروِ چراغان کا باغ | کنارے کنارے منور چراغ
فروزان ہیں مہتابیان اسقدر | کہ غالب ہی نور اون کا مہتاب پر
وہ لہرون میں عکسِ تجلی کی ضو | لرزتی ہوئی وہ چراغون کی لو
ہوائی کا گردون پہ وہ چھوٹنا | کرن کا وہ مہتاب کی پھوٹنا
وہ چرخی کا چرخ اور بانون کا توڑ | وہ جھاڑون کا چکر وہ دریا کا موڑ
وہ ہتھپھول فرشی وہ فرشی انار | وہ ہر رنگ کی پھلجھڑی کی بہار
یہ سب فرش پاکیزہ پر خندہ زن | کھلے چاندنی پر چمن کے چمن

مسالا بھرا اُٹھیں وہ گلفشاں
دھوئیں کا نہیں نام کو بھی نشاں

ابھی تک چمکتے ہیں گُل جا بجا
ذرا بھی نہ چادر کو دھبّہ لگا

غبارے وہ ڈوبے ہوئے سربسر
ستارے سے بنے دیکھیے چرخ پر

ہوا پر کھِلا خوب تاروں کا باغ
ٹپا خون کے قلعوں پہ چمکی چراغ

سرِ شام اِک دن گُلِ آفتاب
لگا ڈالنے زعفرانی نقاب

شفق کی چمک مُنھ چھپانے لگی
سیاہی سے ہرسمت چھانے لگی

ستارے ہوئے چرخ پر جلوہ گر
جلایا فلک نے چراغِ قمر

پری زاد گُل چہرہ و رشکِ حُور
ادب سے کھڑے ہیں قریب و دُور

جواہر نے کی بزم آراستہ
بلائے حسینانِ نوخاستہ

رہا لطفِ صحبت بہت دیر تک
جما رنگِ عشرت بہت دیر تک

گئی نصف شب تب میں ناگہاں
ہوا مائلِ خواب شاہِ جہاں

قدم رکھتے ہی بسترِ ناز پر
ہوا نشۂ خواب سے بیخبر

تو کیا دیکھتا ہے بحکمِ قدیر
ضیا بخش بالیں ہے مہرِ منیر

جگاتا ہے جذبِ دلی سے مجھے
اُٹھاتا ہے آہستگی سے مجھے

لیا گود مین خوب ساکر کے پیار　　دعا دی ابد تک رہے کامگار

کہا پھر کہ اے عاشقِ بےنظیر　　رہے گا پرستان ہی مین اسیر

شب و روز تو عیش و عشرت مین ہے　　مجھے بھول کر خواب غفلت مین ہے

اگر وصل منظور ہی اُٹھ شتاب　　کہ ہو روضۂ قدس مین کامیاب

چلا جا یہان سے سوے راست تو　　یہہ سب یاد رکھنے کم و کاست تو

گئی ہی وہ شہر ہدایت کو راہ　　ہین گر وہان پر حبیب اِلٰہ

وہ محبوبِ حق اور رحمت لقب　　اُنھین کے ہین قبضے مین ملک سب

ادب سے وہان عرض کر تو یہ بات　　کہ دکھلائی مجھکو باب نجات

مجسم ہین رحمت وہ فخرِ جہان　　بڑھائینگے تیرا بہت عز و شان

گمان سے بھی زائد تجھے دینگے وہ　　تجھے اپنا محبوب کر لینگے وہ

دکھا دینگے تجکو وہ باب نجات　　کرینگے عطا حاصلِ کائنات

شتاب اُٹھ کہ غفلت کے یہ دن نہین　　رہائی بغیر ان کے ممکن نہین

نکل کر اسی باب سے ہو روان　　ہی پھر دوسری منزل ای کاروان

وہان راہ مین کچھہ بکھیڑا نہین　　کسی طرح کا پھر جھمیلا نہین

یہہ سنتے ہی چشم اُسکی وا ہوگئی　　وہ ساری کدورت ہوا ہوگئی

اُسے شوق میں تازہ جوش آگیا — اُسے عین غفلت مین ہوش آگیا
کسی کی محبت نہ باقی رہی — کسی کی رعایت نہ باقی رہی
کسی طرح کا پھر نہ آیا خیال — ہوا خود بخود دور رنج و ملال
نہ پھر ریب کی مُطلقاً رہی — نقطِ یاد و تصدیق باقی رہی
ہوئی روح پاکیزہ مسرور دل — بنا سربسر لمعۂ نورِ دل
تجلی ہوئی پھر سے جلوہ گر — چمکنے لگی برق بن کر نظر
وہ تن صاف آئینہ سان ہوگیا — ازل کا وہ جلوہ عیان ہوگیا
ٹپکنے لگا ہر سخن سے اثر — بنا عیب بھی ایک اعلیٰ ہنر
اُسے دمبدم بڑھ گئی فکرِ مہر — کوئی دم نہ گذرا بجز ذکرِ مہر
حیاتِ ابد سے ہوا کامران — میسر ہوئی راحتِ جاودان
اسی گل کی بس یاد رہنے لگی — طبیعت بہت شاد رہنے لگی
اُسی وقت پہونچا جواہر کے پاس — پڑی تھی وہ کمرے مین اپنے اداس
تو دیکھا کہ اشکون سے تکیے ہین تر — تڑپتی ہے وہ فرشِ کمخواب پر
لبون پر صدا آہ و زاری کی ہے — وہ تصویر سی بیقراری کی ہے
شکایت ہے کچھ بختِ ناکام کی — تمنا ہے وصلِ دلارام کی

کسی کو بٹھائے ہوئے روبرو | تصور مین کرتی ہے کچھ گفتگو
مزا درد الفت کا چکھے ہوئے | کلیجے پہ وہ ہاتھ رکھے ہوئے
یہ کہتی ہے اے میرے رب العلے | یہ بیٹھے بٹھائے مجھے کیا ہوا
اجل دیکھکر مجھکو شرما گئی | مین اس سخت جانی سے گھبرا گئی
کسیکو قلق کیون گذرنے لگا | وہ بے رحم کیون رحم کرنے لگا
اسی دھن مین بیخود ہوئی اتفاقاً | کہ آنے سے اسکے نہین کچھ خبر
قریب آکے اسدم شہ بےنظیر | پکارا کہ اے تازہ غم کی اسیر
یہ غفلت ہے کیسی ذرا ہوش کر | ہمارا ہے اس شہر سے اب سفر
نہ آئین گے اب بار دیگر یہان | خدا جانے کل تو کہان ہم کہان
پڑی جب یہ کانون مین اسکی صدا | تو اٹھ بیٹھی گھبرا کے وہ مہ لقا
تعجب سے حسرت سے کرکے نظر | لجائی بہت پہلے وہ دیکھ کر
نہ اشکون کا لیکن تسلسل گیا | کہا آج پردہ مرا کھل گیا
تپ عشق دشمن ہوئی جانکی | رہی آرزو اب نہ ارمان کی
مجھے ذبح کر ڈالیے آئیے | تو پھر جس طرف چاہیے جائیے
کہا اسنے کیا کوئی جلاد ہون | نہ قاتل نہ مین ظلم بنیاد ہون

نہ سودا زدہ ہون نہ اہلِ جنون
کسی کا مین کیون خون گردن پہ لون

مگر ہے ذرا دیر کا ماجرا
جسے دیکھہ کر مین ابھی جاگ اٹھا

سنایا اُسے قصہ خواب سب
کہا اس سے مجبور ہون مین بھی اب

کسی سمت اب قلب جھکتا نہین
تیرے روکنے سی مین رکتا نہین

کہا اُس نے بہتر بہت خوب ہے
مجھے بھی یہی بات مرغوب ہے

مگر ساتھہ سے منہ نہ موڑون گی مین
کسی دم رفاقت نہ چھوڑونگی مین

کہا شاہ نے یہ بھی ممکن نہین
ابھی کچھہ دنون صبر کر تو یہین

وہان جا کے مقصد جو پا لونگا مین
تجھے حسب موقع بلا لونگا مین

نہین کچھہ دنون بعد اے خوش نصیب
چلی آنا خود سوئے ملکِ حبیب

بتاتا ہون تجھکو نشان و مقام
اسے دل سے تو یاد رکھنا مدام

فراق جواہر

اٹھا ساقیا جام کر بے خبر
کہ قطع علائق پہ باندھون کمر

کہان تک یہ غفلت ذرا سی ہی بات
سنگھا ساغرِ مل مین بوئے حیات

پلا جلد مے ہین پریشان حواس
کہ جی لیتی ہے باسی پھولونکی باس

وہ پھولی شفق رات آخر ہوئی
صفا صبح صادق کی ظاہر ہوئی

فلک بستر شب اٹھانے لگا | قمر چاندنی لے کے جانے لگا
سیاہی گئی جانب زنگبار | ہوئی روشنی شرق سے آشکار
رسالہ ستارون کا چلتا ہوا | اٹھا مہر وہ آنکھہ ملتا ہوا
روانہ ہوا خسرو بے نظیر | ہوئی سخت مضطر وہ بدر منیر
بن آیا نہ کچھہ کام تدبیر سے | بگڑنے لگی بات تقدیر سے
کہا شہ نے حیلہ سے تو رہ یہان | مین ہوتا ہون منزل کو تنہا روان
جواہر مرے بعد گھبرائے گی | تجھے ساتھہ لیکر چلی آئیگی
اٹھا کچھہ دنون تو رفاقت سے ہاتھہ | خدا چاہے تو پھر نہ چھوٹیگا ساتھہ
یہ کہکر جواہر سے کہنے لگا | رہے تیرا ہر دم نگہبان خدا
رہے گا ہمین پاس تیرا ضرور | سمجھنا نہ دل سے کبھی اپنے دور
وہ بیتاب اٹھہ اٹھہ کے گرنے لگی | نظر بن کے گرد اسکے پھرنے لگی
مرادین ہم آغوش ہونے لگین | نگاہین گلے مل کے رونے لگین
اشارون مین حسرت نے کی گفتگو | دعا بن کے رخصت ہوئی آرزو
چلا وہ تو مانند روح روان | غم نامرادی رہا میہمان
نظر سے جو غائب ہوا وہ امیر | ہوئی سخت محزون وہ غم کی اسیر

جدھر جاتے دیکھا تھا اس ماہ کو / وہ حسرت سی دیکھا کی اس راہ کو

اٹھا درد جی سنسنانے لگا / تڑپ کر جگر منھ کو آنے لگا

بڑھین شدتین غم کی بیداد کی / گھٹی تاب تکلیف فریاد کی

زمین تر ہوئی اشکِ خوناب سے / ہوا دم خفا جان بیتاب سے

بڑھا ضبطِ فریاد سے سازِ دل / خموشی بنی نغمہ پردازِ دل

چبھونے لگا دردِ دل نشتر / لگی لوٹنے بستر یاس پر

تڑپ دل کی بیچین کرنے لگی / وہ رو رو کے جی سے گذرنے لگی

تصور مین ہونے لگی ہمکنار / سکوتِ سخن بن گیا رازدار

رخِ زرد پر اشک بہنے لگے / لبِ خشک کچھ اور کہنے لگے

غمِ دل نے برہم کیا سازِ عیش / ہوئین حسرتین رخنہ اندازِ عیش

امنگین دکھانے لگین شوخیان / ہوس دل مین لینے لگی چٹکیان

پھریری بن کے ہر سانس چلنے لگی / تمنا کلیجے کو ملنے لگی —

چبھی پھانس غم کی دلِ زار مین / بھرے اشک بھی چشمِ خونبار مین

جلانے لگا شعلۂ آرزو / ہوا خشک سارے بدن کا لہو

ہوا دل مین خارِ الم رخنہ گر / کیا ناوکِ غم نے چھلنی جگر

بڑھا ہجر مین ناتوانی کا زور — جھکانے لگی حسرتِ وصل گور
نفس زیست سے تنگ آنے لگا — اُسے نام سے تنگ آنے لگا
ڈرالا آتے ہوئے تازیان — رہا دل مین گھٹ گھٹ کے شوقِ فغان
غم و درد نے قلب مین راہ کی — اجازت نہ دی شرم نے آہ کی
بڑھی ضبط سے اور دل کی اُمنگ — لگی ہونے یاس و تمنا مین جنگ
کیا صرصرِ غم نے جی کو نڈھال — لگا جھلملانے چراغِ جمال
گلِ رخ پہ چھایا خزان کا اثر — اڑا رنگ چہرے کا بنکر خبر
قلق دل مین کرنے لگا انتظام — بنا حسرت آباد سینہ تمام
مسرّت گئی واشدِ دل کی ساتھ — چلی روح بھی نبضِ بسمل کے ساتھ
فراقِ صنم ہوش کھونے لگا — شرر شکلِ الم جی ڈبونے لگا
ہوئی زرد مانند برگِ خزان — بنی سوکھ کر ریشۂ زعفران
دلِ زار ہاتھون سے جانے لگا — طبیعت کو صبر آزمانے لگا
بہت دیدۂ تر نے تدبیر کی — بجھی پر نہ سوزِ دل کی لگی
وہ چھلین مٹین خاطرِ زار کی — بنی جان پر آتشِ دل افگار کی
ہوئی فرقتِ یار جانی سی تنگ — کیا شوق نے زندگانی سی تنگ

گلا دل ہی مین دم چُرانی لگا ‏ کلیجہ غمِ یار کھانے لگا
شب و روز گزرا جو رنج و ملال ‏ بنی بدر سے گھٹ کے وہ مہِ ہلال
کہو چھنے لگا دشنۂ غم جگر ‏ بہانے لگی لختِ دل چشمِ تر
دل و جان سی ربطِ تمنا بڑھا ‏ ہم آغوشیون کا تقاضا بڑھا
بڑھا رفتہ رفتہ جو شوقِ وصال ‏ طبیعت لگی رہنے ہر دم نڈھال
جلانے لگا دل کو سوزِ فراق ‏ بھڑکنے لگا شعلۂ اشتیاق
شرر تھا جو آنسو ٹپکنے لگا ‏ کلیجہ حرارت سے پکنے لگا
ہوئی گرم چھاتی تپِ ذوق سے ‏ جگر بھن گیا آتشِ شوق سے
یہ کہنے لگی کب تک آفت سہون ‏ مصیبت سہی ہو تو مصیبت سہون
جنون طاقتِ ضبط کھونی لگا ‏ توحش سے کچھ ساز ہونے لگا
وہ مجبور آخر ہوئی درد سے ‏ بڑھی گرم جوشی دمِ سرد سے
ادا اُسکی چاہت جتانے لگی ‏ نگاہون مین اک بات آنی لگی
بنے اشکِ گلرنگ غمّازِ دل ‏ دکھانے لگین چتونین رازِ دل
طبیعت تپِ غم سے گرنی لگی ‏ ہنسی لب تک آ آ کے پھرنے لگی
ہوئین آہ کی دل مین طیاریان ‏ اڑین آتشِ غم کی چنگاریان

تپِ غم سے دن رات جلنے لگی
دھوان بن کے حسرت نکلنے لگی

بنا تارِ شعلہ ہر اک تارِ مو
سراپا بنی شعلۂ آرزو

ستمگار ہی جوشِ سودا بڑھی
گریبان دری کی تمنا بڑھی

ہوئی نامِ راحت سے وحشت اُسے
بڑھی زیب و زینت سی نفرت اُسے

سیہ زلف اک اژدہا ہو گئی
اُسے کنگھی چوٹی بلا ہو گئی

بگڑنے لگی مانگ سے بیدریغ
یہ سمجھی کہ سر پر کھنچی ہے یہ تیغ

کشاکش ہوئی جو غمِ یار سے
اُلجھنے لگی زلفِ خمدار سے

سیہ چوٹی ناگن سی ڈسنے لگی
شبِ غم کسوٹی پہ کسنے لگی

نہ وہ مانگ پٹیاں نہ آراستگین
نہ مشّاطہ سے ٹیڑھی فرمائشین

بنین حلقۂ دامِ غم بالیان
چبھی گونج مانندِ نوکِ سنان

کرن پھول جھمکے لہو مین تھے غرق
تڑپنے لگین بجلیان شکلِ برق

نہ ہپّہ نہ بالا نہ بالی رہی
طبیعت مگر لاابالی رہی

نہ جھومر مین باقی رہی وہ جھلک
نہ افشان مین وہ پیشتر سی چمک

شبِ غم مین یون اُڑاتی رہی
کہ ضو چاند تارون کی جاتی رہی

نہ ابرو مین کس بل نہ آنکھون مین خواب
نہ یہ سُرمہ آگین نہ وہ وسمہ تاب

نہ وہ پردہ داری حیا کی رہی وہ شوخی نہ بانکی ادا کی رہی
شرارت گئی اگلی چتون کے ساتھ رہی بیکسی چشم پرفن کے ساتھ
نہ عشوہ نہ وہ سحر کاری رہی نگاہون پہ حیرت سی طاری رہی
تپِ غم سے وہ زرد ایسی ہوئی کہ رنگت گلابی بسنتی ہوئی
نہ ہر وقت آئینہ پیشِ نظر نہ اب رنگ و روغن وہ رخسار پر
نگاہون سے جاتا رہا وہ حجاب چھپی گرد مین تابِ رخ کی نقاب
نہ مِسّی کا لب پر جمانا کبھی نہ بھولے سے بھی پان کھانا کبھی
نہ وہ خالِ ابرو کی آرائشین نہ وہ حسنِ صورت کی زیبائشین
گلے ملنے کا جو بڑھا حوصلا لگا گھونٹنے طوق اُسکا گلا
ہوئی زار اسدرجہ وہ دل جلی کہ چمپا کلی سے بڑھی بے کلی
نہ وہ موتیون کی لڑی تابدار گلے کا بنے اشک گلرنگ ہار
بہت دست و پا ناتوان ہوگئے سبک زیور اُسپر گران ہوگئے
نہ اب وہ نکھرنا نہ اب وہ سنگار نہ کپڑے بدلنا وہ اب بار بار
نہ اب وہ نہانا نہ دھونا اُسے بس اشکون سے آنچل بھگونا اُسے
نہ اُٹھنا وہ گیسو سنوارے ہوئے نہ چلنا وہ سینہ اُبھارے ہوئے

نہ اٹکھیلیون سے ٹہلنا رہا | نہ تلوؤن سے وہ دل کا ملنا رہا
ہوئی ضعف سے ایسی زار و نزار | کہ آبِ روان بھی ہوا اُسپہ بار
پڑا اسقدر زور کم طاقتی | کہ آنچل سنبھالی نہ سنبھلا کبھی
تصور کو جانا کہ ٹٹی کی آڑ | دوپٹے کے سائے کو سمجھی پہاڑ
نہ وہ دل لگی اب نہ وہ قہقہے | نہ وہ عیش و عشرت کے چرچے رہے
کیا غم نے مسدود وہ باب عیش | کیے ترک اُسنے سب اسباب عیش
اُسی باغ مین جا کے رہنے لگی | اکیلی غم و درد سہنے لگی
کہین کا نہ آنا نہ جانا رہا | فقط نازکی کا نبھانا رہا
کوئی شے نہ دولت بہ ظاہر رہی | مگر نام کو وہ جواہر رہی
جو گوہر نے دیکھا یہ سامانِ غم | گئی پاس اُسکے وہ محوِ الم
کہا اے جواہر تجھے کیا ہوا | ابھی سے جدائی مین سودا ہوا
زبان آشنائے خموشی ہے کیون | نگاہون کی حیرت فروشی ہے کیون
کہین اور کچھہ بات پیدا نہو | خدا کے لیے سخت رسوا نہو
نہ ناموس پر حرف آئے کوئی | نہ چتون سی کچھہ تاڑ جائے کوئی
یہ سنکر دیا کچھہ نہ اُسنے جواب | یہ پڑھنے لگی پر بہ چشم پر آب

غزل

نہ دل مین اتنا اثر ہی نہین — مین بسمل ہون انکو خبر ہی نہین

شب غم کہا سے جاتا ہے یہ کسکا غم — ابھی دل نہ تھا اب جگر بھی نہین

کہان تک سنوگے مری داستان — نہین طول تو مختصر بھی نہین

ہوئی انکے آنے سی یاس اسقدر — کہ اب جانب در نظر بھی نہین

جو کچھ دن رہا جوش سودا ابھی — تو پھر دیکھ لینا کہ سر بھی نہین

بنایا ہے مجھے غم نے تصویر یاس — انہین رحم اس حال پر بھی نہین

زمانے مین معشوق ای بےنظیر
ستاتے ہین پر اسقدر بھی نہین

یہ پڑھ پڑھ کے روتی رہی زار زار — یہ دیکھا تو گوھر ہوئی بیقرار

کہا تجھ پہ صدقے مین سو جان سے — جو کرنا ہو کر اب وہ اعلان سے

مجھے حکم دے تو ابھی جاؤن مین — اسے ڈھونڈھ کر ساتھ لی آؤن مین

رفاقت کو حیلہ بھی موجود ہے — بہر نوع یہ فال مسعود ہے

پہنچ جائین گے تا بہ حج لاکلام — کہ معلوم ہے سب نشان و مقام

مگر اے رفیقان ہمت شعار — کسی پر نہ یہ راز ہو آشکار۔

غرض ختم جب یہ فسانے ہوئے — وہ لیٹی یہی دل مین ٹھانے ہوئے
پھر رات گزری وہ ساری حزین — روانہ ہوئے جانب شاہِ دین

راهزن

پلا ساقیا اب وہ جام عقیق — کہ میخانہ ہو رشکِ بیت العتیق
شتاب اٹھ فلک کا ستایا ہون آج — بہت پھیر پھر اکر مین آیا ہون آج
لگا دے مرے منھ سے تو خم کے خم — تو بتلاؤن کیونکر ہوئی ہوش گم
ملے وقت دونون گیا دن گزر — گلابی مصلا بچھا چرخ پر
کھلے سر لرزتے ہوئے تیمم کے — نمازِ شہیدان پڑھی مہر نے
گیا سجدے مین آفتاب منیر — شعاعون نے پھیرا اسلام اخیر
نمازی جو مسجد سے چلتے ہوئے — چلے گھر کی جانب ٹہلتے ہوئے
ملا راہ مین اک غریب الوطن — سراپا مصیبت سراپا محن
گریبان دریدہ شکستہ لباس — گلِ رخ مین تمکین سیادت کی باس
چبھے خار تلوون مین زخمی بدن — پھٹا ہر طرف شکلِ گل پیرہن
جمی گرد چہرے پہ تن پر غبار — سفر کے مصائب سے زار و نزار
جنون سے حواس اسکے دمساز سب — نگاہون مین وحشت کی انداز سب

ہوئے جمع لوگ اسکو جو دیکھ کر — وہ تکنے لگا اجنبی سا ادہر
کسی نے کہا ہے جو یہ بے سکون — خدا جانے کب سے ہے اسکو جنون
کوئی بولا ہے کوئی مردِ نجیب — پڑی کوئی آفت ہوا یہ غریب
ہوا صرف زن کوئی یہ کہتے ہیں — کسی کا ہے شیدا یہ اندوہگین
بھبھوت اپنے تن پر رمائی ہوئے — فقیروں کی صورت بنائے ہوئے
تلاشِ دلارام میں سینہ چاک — شب و روز اڑاتا ہی شہروں کی خاک
پریشان بالوں سے ہے آشکار — ہے مرغِ دل اسکا کسی کا شکار
یہ کہتی ہے چتون کہ بیمار ہے — کسی کی محبّت کا آزار ہے
اشارہ ہے تیور کا اے اہلِ دید — کسی تیغِ ابرو کا ہے یہ شہید
دکھاتے ہیں یہ دیدۂ انتظار — نگاہیں ہیں مشتاق دیدارِ یار
رخِ زرد کے رنگ سے ہی عیان — تپِ عشق نے کر دیا ناتوان
لبِ خشک کی ہے ہوس آشکار — کہ چوسیں لبِ لعلِ نوشینِ یار
کفن کا سرِ دوش اظہار ہے — کہ ہر وقت مرنے کو طیار ہے
یہ کہتی ہے گردِ رہِ جستجو — ملی خاک میں مل کے یہ آبرو
ہوا اشکِ گلرنگ سے یہ عیان — ہیں مژگان غمِ ہجر سے خونچکان

نگاہوں کی حیرت سے ہے آشکار
یہ سینے کے آشفتہ و دار حسرت نگار

یہ سینہ کے داغوں سے ظاہر ہوا
کہ گل کھا کے آشفتہ و ماندہ ہوا

نہیں اور اِس لاغری کا سبب
کسی کے ہے ہونے بیان کی طلب

یہ گرد اور یہ خستگی ہے گواہ
کہ آیا ہے چل کر یہ جنگل کی راہ

یہی ذکر کرتے تھے برنا و پیر
اُدھر ہو کے نکلا ہے دنیا کا شریر

وہ چلتا ہوا سانپ اک ہاتھ میں
شیاطین بھی ایک دو ساتھ میں

وہ پگڑی ہری سر گھٹائے ہوئے
مشائخ کی صورت بنائے ہوئے

عمامہ کے اندر کلہ پُر شکن
ہری گھاس کے نیچے جیسے ناگن

وہ ریشِ مقطع گھنی بے گمان
کوئی جن کی ٹٹی ہے یا سائبان

وہ کہہ کہہ کے یا حق تڑپنا اُسے
تذبذب کے مارے کو چھپنا اُسے

اُسے فکرِ تلبیس میں گھومنا
وہ نیچی نگاہیں مگر جھومنا

وہ احسان فراموش ناحق شناس
تکلف سے پہنے ریا کا لباس

قریشی نہ وہ نسل سادات سے
مگر خوش خوشامد کی ہر بات سے

تقشف سے ہر دم شکنجے میں وہ
گرفتار نخوت کے پنجے میں وہ

رگڑتا تھا پتھر پہ سر حیلہ ساز
کہ گھٹے سے جانیں سب اہلِ نماز

نہ عالم نہ وہ کوئی صاحب کمال — حماقت سے کے فن مین عدیم المثال

لیاقت تو یہ اور ایسا فصیح — نہ بولا کبھی لفظ کوئی صحیح

یہ اظہار لوگون سے با جد و کد — کہ یہ ساری نخوت ہی میراث جد

دھر آگے پہونچا ہوا تیل ماش — اُسے کاسے مینڈھے کی ہر دم تلاش

گیا کوئی لیکر اگر کچھ اُمید — تو پہلے کہا مرغ لاؤ سفید

اُسی پیر بھیرون کی حرمت کمال — بھوانی کے بکرے اُسے سب حلال

بنا شیخ سدّو وجودہ بزرست — ہٹیلے کے مُرغے ہوا کہا کی مست

برادر بڑا شیخ مخدی کا وہ — دُلارا بہت کالی دیبی کا وہ

وہ فتنے کی پُڑیا وہ قامت قصیر — عزازیل کا وقتِ پیری مشیر

اُسے یاد دو چار سفلی عمل — پڑا جس سے ایمان مین اُسکی خلل

نہ تصدیق مرشدؑ نہ یادِ خدا — بھروسا اُسے نقش و اعمال کا

پرائمین نہین بے یقین کچھ اثر — کہ ہین فطرتی ساری نفع و ضرر

نہ الفت خدا و نبی سے اُسے — نہ کچھ عشق مولا علیؑ سے اُسے

وہ دنیا کا عاشق اُسی کا خیال — اُسے زندگی مادمن سے محال

حسد نفس و شیطان سے اُلفت اُسے — بنی فاطمہؑ سے عداوت اُسے

سے ساتھ ایک بوریئے ریا
فقیری کی بو سے بھی نا آشنا
نہ تھا اوسکو ہوس کا وہ ہردم کفیل
خدا خلق دونون کے آگے دلیل
جو دیکھا ہے اک مردِ معمورِ عشق
سراپا وفا سربسر نورِ عشق
قریب آکے اسوقت اُس سے کہا
کہان سے تو آتا ہی اے مہ لقا
کہا قاف سے آرہا ہون ابھی
ہے کیا نام اس شہر کا شاہ جی
کہا اسکا شہر ہدایت ہی نام
یہ کہیئے یہان آپ کا کیا ہے کام
کہا ہے یہان کا جو شاہِ جہان
مجھے اُس سے ملنا ہے اے کاروان
کہا آج تشریف رکھیے یہین
سحر کو وہان لے چلین گے ہمین
یہ سُنکر چلا وہ خجستہ صفات
کہ ساتھ اسکے مسجد مین کاٹی وہ رات
پکارا اُدھر سے کوئی نوجوان
کہ او تختہ مشقِ جورِ بتان
خبردار جانا نہ تو اسکے ساتھ
بہت روئے گا ہاتھ پر رکھکے ہاتھ
وہ اک مرد چالاک و عیار ہے
بہت سخت نااہل و مکار ہے
ملا ہے اسے ورثہ نمرود کا
ابوجہل ہے نام مردود کا
نہین مکر سے خالی یہ گفتگو
تو کھوئیگا منزلِ آرزو
یہ سُنکر ادھر سے پھرا بے نظیر
ہوئے گرد اسکے امیر و فقیر
کہا اس سے یہ بعد تفتیش حال
کہ اسوقت وہ شاہ قدسی خصال
اراکین دولت کو لیکر تمام
لب جو جاتا ہے دربارِ عام

وہین ہوگا خسروِ ارجمند — کہ میدان کی چاندنی ہے پسند
چلا جا اسی دم تو دربار مین — نہین روک ٹوک اسکی سرکار مین
وہان کچھ سفارش کی حاجت نہین — کسی واسطے کی ضرورت نہین
محبت سے جاتا ہے جو اسکے پاس — عنایت سے پیش آتا ہے بیقیاس
یہ سنکر وہ دلدادۂ بے نظیر — چلا سوئے سلطان میر و وزیر

رحمت

پلا اب وہ مے بھر کے ساقی ایاغ — ابد تک رہے جس سے روشن دماغ
اٹھا جام وہ راحِ روحِ روان — بنا دے مجھے جان پیرِ مغان
چکھا دے تو بس آج اے خوش عمل — کہ یون ہی ہے تقدیر روزِ ازل
سرِ شام اک دن گلِ آفتاب — لگا ڈالنے زعفرانی نقاب
شفق کی چمک منھ چھپانے لگی — سیاہی سی ہر سمت چھانے لگی
ستارے ہوئے چرخ پر جلوہ گر — جلایا فلک نے چراغِ قمر
میانِ حسینان رشکِ قمر — ہے اک مہرِ حسنِ ازل جلوہ گر
وہ محبوبِ یزدان بشیر و نذیر — فرستادۂ خاص ربِّ قدیر
نزاکت ہر اک عضو مین جاگزیر — صباحت نثارِ رخِ دلپذیر
عجب رنگ تابان عجب آب و تاب — کہ پرتو سے بجلی بنی موجِ آب
وہ محبوبِ عالم شہِ اصفیا — حبیبِ خدا وارثِ انبیا

نہین ہوا انسان ایسے وجیہ ۔ مگر یکقلم نور کی ہے شبیہ
وہ فرقِ معلا کی شانِ علا ۔ جہان تک نہ پہنچین [illegible]
ازل سے ملی اُسکو یہ برتری ۔ کہ حاصل ہے کونین کی سروری
عروجِ سرِ بامِ امید ہے ۔ وہ سرمایہ فخرِ جاوید ہے
وہ گھونگر سے کچھ بال الجھے ہوئے ۔ کچھ اُلجھے ہوئے کچھ وہ سلجھے ہوئے
سیاہی مین وہ زلف کافر کا دل ۔ شبِ ہجر بھی جس سے ہو منفعل
جو بننے مین خوبون کی تصویر ہے ۔ بگڑنے مین عاشق کی تقدیر ہے
نہ کیون اُس جبین کی کرین ہم قسم ۔ کہ ہے آسمانِ جلالت کی بدر
عجب روشنی ہے عجب آب و تاب ۔ کہ ہے سجدہ گاہ مہ و آفتاب
یہ لوحِ دو عالم کی تفسیر ہے ۔ جو کچھ پیش آتی ہے اسمین تحریر ہے
تجلی گہہِ حسنِ زیبائے حق ۔ بیاضِ جمالِ دل آرائے حق
زیارت گہہِ خاصِ حُسنِ قدیم ۔ امانت گہہِ نورِ ربِّ کریم
وہ روشن گرِ دل کشادہ جبین ۔ سرِ مطلعِ صبحِ فتحِ مبین
ہے خطِ جبین سے عیان سر بسر ۔ کہ خط کھنچ گیا خطِ تقدیر پر
یونہین کاٹتے ہین یہ مضمون تمام ۔ کہ تقدیر ہے اِن کی مرضی کا نام
وہ ابروِ قیامت کی سفاکِ خلق ۔ جنہین خوفِ حق ہے نہ کچھ باکِ خلق
چڑھی تو نظر پر کوئی چڑھ گیا ۔ جو سمٹے تو حد سے ستم بڑھ گیا

[illegible] ادا [illegible]
کہ جیسے سر رہتی ہین وہ سنگین

[illegible] نفسی
قیامت ہے وہ مسار فتنہ رفیق

[illegible] کے [illegible] لالی ہے [illegible] نگر
ابھی نکلے ہین خون مین ڈوب کر

وہ [illegible] بالی شریر
کہ بجلی گراتی ہے دکھلا کے تیر

بیٹھی [illegible] ہین [illegible] کھڑی ہین یہ
بناتی ہے گھر جا کے سینے مین یہ

لگی [illegible] سری ہو گئی کارگر
وہ برچھی کی برچھی نظر کی نظر

کبھی دیکھنا پشت پا کی طرف
کبھی سینۂ باصفا کی طرف

تغافل سے پہلو کبھی دیکھنا
وہ لٹکا کے گیسو کبھی دیکھنا

وہ بانکین ادا ہین وہ ترچھی نظر
جو پھیرین چھری حلقِ عشاق پر

شب و روز رہتی ہین اس تاک مین
کہ ملکر ملائین کسے خاک مین

کسیکو نہ بھر کر نظر دیکھنا
ادہر دیکھتے ہین ادہر دیکھنا

ادہر دیکھنا ہون جدہر دل چلے
یہ مطلب کہ ایس مین کچھ تو چلے

شب و روز پھرتی ہے ساغر بدست
کہ ہے ساقیِ جامِ عہدِ الست

وہ آغوش مین مست و سرشار ہے
مگر کام سے اپنے ہشیار ہے

اڑی ہی نگاہین کہ شہبازِ حسن
بنی گاہ طاؤس طنازِ حسن

کئے صید عشاق کے مرغِ ہوش
بھری سو سبو مست عشوہ فروش

کبھی سعیِ [illegible] محبت بنی
کبھی شور دریائے الفت بنی

دکھائی روانی یمِ ذوق کی
سنائی صدا اثرِ شوق کی

بنی گاہ باغِ حقیقت کی بو
بنی گاہ گردِ رہِ آرزو

سونگھائی شمیمِ ریاضِ الست
کیا منزلِ عشق کا بندوبست

بنی صیقلِ تیغِ خوبی کہیں
پری بن کے شیشے مین اُتری کہین

کسی سے کیا دور لاف و گزاف
کسی کا کیا دل کا آئینہ صاف

کبھی بن گئی وہ کمندِ اُمید
کبھی رشتۂ آرزوہاے دید

کبھی بامِ وصلت پہ پہنچا دیا
کبھی جلوہ یار دکھلا دیا

کبھی ترشش تیغِ قاتل بنی
کبھی بحرِ حسرت کا ساحل بنی

کہ جسکو وہ سفّاک اُتارا کرے
یہ تلوار کے گھاٹ اُتارا کرے

کبھی دامنِ دشتِ وحشت بنی
کبھی تارِ دامانِ رحمت بنی

کسی کا کیا جامۂ ننگ چاک
دیا گاہ خلعت کا ملبوسِ پاک

بنی گاہ دربانِ بابِ کرم
بنی گہہ عصاے ضعیفانِ غم

جو مغرور آیا گرا یا اُسے
جو عاشق گرا تو اٹھایا اُسے

یہی فاتحِ بابِ اُمید ہے
کلیدِ درِ گنجِ توحید ہے

عجب رنگ مین ہی یہ ڈوبی ہوئی
کہ باقی نہین نام کو بھی دوئی

جو دل مل گیا خوب توڑا اُسے | غرض جسکو تاکا نہ چھوڑا اُسے
وہ کھنچے ہوئے تیر مژگان کی صف | کہ ہو طائرِ قدس جنکا ہدف
اِنھین سے جھپتی ہی بہت دور کی | کہ جو کی یہ ہین چشمۂ نور کی
وہ پلکین ہین یا پردۂ حسن ہین | کہ مدت سے پروردۂ حسن ہین
وہ بینی کہ منقارِ طوطی خجل | صفائی مین نہر لبن منفعل
اگر یہ نہو حسن سب خاک ہے | غرض چہرۂ حسن کی ناک ہے
وہ روے نگارین بہارِ جمال | گلِ بوستانِ کمال و وصال
وہ رخسارِ نازک وہ رنگین عذار | ریاضِ لطافت کی تازہ بہار
وہ آئینۂ صورتِ لم یزل | صفاے دلِ اہلِ حسنِ عمل
وہ بدرِ جمالِ رخِ تابدار | وہ مہرِ جلالِ خداوندگار
وہ رخ مطلعِ صبحِ حق الیقین | صبیح و شگفتہ ملیح و حسین
وہ رنگت گلابی نزاکت بھری | کہ جیسے کوئی پنکھڑی ہو دہری
حسین اسقدر وہ ہے دلنواز | کہ خود حسن کو اوسکے جلوہ پہ ناز
وہ تابندہ رخ صورتِ مہرِ نور | تجلی وہ شعلہ شمعِ طور
نزاکت کا اُسکے یہ شہرہ ہی آج | کہ شرملتے ہین جس سے نازک مزاج

وہ مہر سعادت وہ بدر الدجیٰ ‫ — ‬ وہ شمع حقیقت وہ شمس الضحیٰ
فروزان ہے ایسا کہ نزدیک و دور ‫ — ‬ برابر انہین کا ہے انکہون مین نور
گل جان کا پہلا ورق ہے یہی ‫ — ‬ سر صفحۂ صنع حق ہے یہی
وہ لبہاے معجز بیان و فصیح ‫ — ‬ ہین جنکے اعجاز کا دم مسیح
کرین کیون نہ عشاق کو پہر حلال ‫ — ‬ کہ بے پان کہائے وہ رہتے ہین لال
وہ ابر گہر بار شیرین زبان ‫ — ‬ کرے جو کہ سرسبز کشت جہان
فصاحت کے دریا کی یکتا نہنگ ‫ — ‬ کرے قافیہ جو بلاغت کا تنگ
کہے جو وہی ہو یہ ہے اختیار ‫ — ‬ کہ ہے سیف حکم خداوندگار
عصاے دل اہل ہمت ہے یہ ‫ — ‬ کلید در باب رحمت ہے یہ
جو کہدی نہین اسمین کچھ شک و ریب ‫ — ‬ اسے لوگ کہتے ہین مفتاح غیب
وہ گوش حسین راز دار نکات ‫ — ‬ سنا کرتے ہین جو محبت کی بات
در معرفت کے وہ دو کان ہین ‫ — ‬ عقیق سماعت کے وہ کان ہین
وہ گردن کہ اہل صفا منفعل ‫ — ‬ صراحی بلور جس سے خجل
نہ کیون قربت حق ہو اس سے مزید ‫ — ‬ کہ ہے یہ گذرگاہ حبل الورید
بھرے گول بازو وہ عالی وقار ‫ — ‬ کہ ہو ماہی آسمان بہی نثار

یہ نازک کلائی کا اُس کی رنگ — تصور بھی پھولوں کا ہو جسکو ننگ
وہ پنجہ جو عشاق کا دستگیر — کہ پنجے میں جسکے دو عالم اسیر
وہ پنجہ کہ جس میں خدائی کا زور — وہ قدرت سلیمان نبی جس سے مور
وہ ناخن کہ مہر سپہر کمال — بنا ہیں جو ہر دم نیا اک ہلال
نشانے پہ جوڑیں اگر تیر کو — بنا دیں وہ تقدیر تدبیر کو
غضب کی وہ گرمی حسن شباب — کہ جسپر دل قدسیان ہو کباب
نہ کیوں اوس سے ملکر ہو خوش ہر ملول — کہ خوشبو ہی وہ دونوں عالم میں پھول
اسی عالم وجد میں وہ جوان — مودب گیا پیش شاہ جہان
ستاروں کے مانند میر و وزیر — فراہم ہیں گرد شہ دستگیر
یہ دیکھا تو وہ بے نظیر حزین — بڑھا بہر پابوس سلطان دین
مگر روکنے کو اُٹھے کچھ شریر — کہ جانے نہ پائے اُدھر بے نظیر
نہ روکے رکا پر وہ کمسن دلیر — کہ ہوتا ہی شیروں کا بچہ بھی شیر
سبھوں کو ہٹا کر وہ عالی وقار — گیا پیش محبوب پروردگار
ادا کر کے سارے رسوم نیاز — ہوا وہ قدمبوس شاہ حجاز
اُٹھا شاہ عالم اٹھایا اُسے — گلے سے اوسی دم لگایا اُسے

کہا تجھ پہ کیا ایسی آفت پڑی — کہ سطے کر کے آیا یہ منزل کڑی
کہا مین ستم دیدہ ہجرِ یار — ابا دشہ خواہ آیا ہون باحالِ زار
کبھی تہا شب و روز سرگرمِ ناز — پھر اب ہون اسیرِ طلسمِ مجاز
ہوا اب سببِ غفلت سے داخل یہان — نہین ملتا اب مخلصی کا نشان
یہ کہکر سُنایا سب احوالِ خواب — وہ ارشادِ مہرِ ہدایت مآب
کہا اُس شہنشاہِ دین نے کہ ہان - — مین پہلے سے ہون واقفِ داستان
مجھے بہی دکھایا اُسی نے یہ خواب — کہ آتے ہی کرنا اُسے فیض یاب
وہ آلام سے دل شکستہ بہت — ہے تیرِ ملامت سے خستہ بہت
وہ جو کچھ کہے دل سے کرنا قبول — کہ ہو وصلِ محبوب اسکو حصول
حضوری ہوی ہے جو حاصل تجھے — بنا دون گا انسانِ کامل تجھے
سرا مایۂ ناز و عشرت ہے تو — یہان صدرِ بزمِ محبت ہی تو
بسر کر مرے ساتھ آرام سے — چھکا دون گا توحید کے جام سے
یہہ کہکر بٹھایا اُسے جائے صدر — رخِ زرد اوس کا کیا رشکِ بدر
غرض جتنے موجود تھے اہلِ دین — ملے اُس سے با حسنِ صدق و یقین
اسی طرح ہر ایک میر و وزیر — ہوا حکمِ حاکم سے فرمان پذیر

جلیل و حسین عالم و ذی وقار — رفیق اس کو شہ نے دیے بیشمار
وہ شہر ہدایت میں رہنے لگا — جو گزری تھی حال پر وہ کہنے لگا

بشارت و تصدیق

پلا ساقیا بادۂ وصلِ یار — کہ ہو چودھویں شب کی دونی بہار
دے جا وہی مایۂ اختصاص — ازل سے ہوں میں تیرا محبوبِ خاص
چھکا مجھکو جامِ بشارت سے آج — بنا کامل اپنی عنایت سے آج
شبِ وصل آئی گیا روزِ ہجر — مبدل ہوا ساز سے سوزِ ہجر
اُفق پر سرِ شام ہی ماہتاب — وہ چمکا اٹھا کر بسنتی نقاب
درختوں پہ چاندی سی چڑھنے لگی — تجلی بھی اٹھلا کے بڑھنے لگی
روپہلی کرن آسمان پر تمام — اڑانے لگی ریزۂ سیم خام
پڑی پانی پر چاندنی کی جھلک — دکھانے لگی موج دریا چمک
وہ پل پل کے ابرِ شعاعِ قمر — چھڑکنے لگی سطحِ آب پر
برسنے لگا نور افلاک سے — تجلی ابلنے لگی خاک سے
ہوا اسقدر روشنی کا وفور — بنی ہر کرن تارِ بارانِ نور
بنے آئینہ سارے دیوار و در — سفیدی پھری ہر در و بام پر

تجلی کثافت کو دھونے لگی — مکانون پہ قلعی سی ہونے لگی
نظر آتے ہین ٹیکرے جو ادھر — وہ کوہِ صفا بن گئے سر بسر
بلندی پہ اب بدر آنے لگا — ستارون کو نیچا دکھانے لگا
بہت تل سے بنے وہ دیدۂ حور مین — بہت چھپ گئے چادرِ نور مین
جو تھے خاص خاص اور معمورِ نور — وہی کچھ جھلکتے رہے دور دور
پکڑ کر ضیا کہکشان کی کمند — گئی تا سرِ بامِ بخت بلند
ضیا چمکی داغِ جگر کی بہت — بڑھی کوح چراغِ قمر کی بہت
اندھیرے کو سایہ ترسنے لگا — درختون پہ جوبن برسنے لگا
ہے اس ناز سے چاندنی جلوہ گر — کہ سکتے کے عالم مین ہے ہر شجر
تجلی سے وادی یہ معمور ہے — کہ موجِ ہوا موجۂ نور ہے
وہ پھول اجلے اجلے ہین جو سامنے — کٹوری سی چاندی کی سر پر لیے
دکھاتے ہین اس وقت کیسی بہار — کہ ہون ٹوٹ کر جن پہ تارے نثار
چمک ریگ پر صحنِ بلور کی — بچھا ہیٔ ہوئے چاندنی نور کی
یہہ عالم جو دیکھا تو شکلِ کتان — ہو پارہ پارہ دلِ عاشقان
شعاعون سے اڑنے لگے جو شرر — سوے چرخ اٹھے کبک پر کھول کر

لگے بھونکنے اٹھ کے کتے کہین — مچلنے لگے شور کرتے کہین
ہر اک حاسدا ایسا ہی بکتا رہا — مگر بدرِ تاباں چمکتا رہا
شا رفتہ رفتہ وہ شور و شغب — گئی تا کمر زلفِ لیلائے شب
چمکنے لگا سر پہ بدرِ منیر — بنا قبّۂ نور چرخِ مسیر
سپئے لطفِ نظّارۂ نورِ ماہ — چڑھا بام پر وہ شہِ عرش جاہ
طبق مین زبرجد کے ورشا ہوا — قمر جن کے لایا برائے نثار
فلک ٹیکہ چاندی کا باندھے ہوئے — پھرا گرد اس شاہِ ذیجاہ کے
وہ بھیگی ہوئی آبِ رحمت سے رات — کہ تر دامنونکی ہو جس سے نجات
وہ شبنم کی خنکی وہ ٹھنڈی ہوا — وہ اشجار و آبِ روان کی فضا
وہ شاخون کا جھکنا لچک کر کہین — وہ لہرون کا اٹھنا چمک کر کہین
وہ میدان مین چاندنی کا سمان — وہ شبنم کا گردِ اسکے کچھ کچھ دھوان
نجوم و قمر کا وہ عکس آب مین — وہ پانی مین جلتی ہوئی مشعلین
وہ ہر سمت چھایا ہوا نورِ بدر — وہ شب لیلۃ القدر کو جسکی قدر
بھری نور سے ڈالی ڈالی تمام — وہ اغیار سے بزم خالی تمام
نہ کوئی مصاحب نہ کوئی مشیر — حضوری مین حاضر فقط منیطیر

وہ اشعار پڑھنا چمکتے ہوے
وہ خاص اُسکے جلے پھڑکتے ہوے

ہوا سُنکے اس شاہِ دین کو سرور
لگا چلنے دور شرابِ طہور

وہی ساقیِ جامِ عرفان بنا
وہی قاسمِ آبِ حیوان بنا

میسر ہوئی قسمتون سے یہ رات
پیا ملکے دونون نے آبِ حیات

وہ ساغر یہ ساغر چڑھاتے گئے
لگاتار مستی بڑھاتے گئے

لنڈھے خم پہ خم اور سبو پر سبو
دُھلی جاے ہردم یہی آرزو

بہت دیر پیتے پلاتے رہے
محبت کے نشے جماتے رہے

ہر اک اشکِ شادی بہانے لگا
لبِ جام ہنس کر رُلانے لگا

ہوا نشۂ بیخودی کا یہ جوش
کسیکو نہ باقی رہا اپنا ہوش

محبت دوئی کو مٹانے لگی
تکلف کا پردہ اُٹھانے لگی

بنا بسترِ عیش حسنِ قبول
بچھانے لگی شوخیِ ناز پھول

چمکنے لگا چہرہ اُمید کا
نگاہون مین رنگ آگیا دید کا

کلی آرزو کی چٹکنے لگی
وفا پنکھڑی سی مہکنے لگی

تمنا مین ہردم نئین شوق کی
مرادون مین بو آگئی ذوق کی

گلے سے لگی مدعا کی اُمنگ
بندھا رخصتِ آہ و زاری کا ڈھنگ

غم دل کا چلتا ہوا ازدحام | قلق نے کیا دور ہی سے سلام
خوشی قلب کو گدگدانے لگی | مسرت سی چہرے پہ چھانے لگی
ملی تازہ بو گیسوے یار کی | کششین بڑہان نہ انکار کی
ہوس دل مین پہلو بدلنے لگی | نکلنے کو حسرت مچلنے لگی
سکون درد دل سے ہوا ہمکنار | تسلی ہوئی مونس جان زار
طرب آکے تشویش کھونے لگی | بغلگیر تسکین ہونے لگی
دل و سینہ کے زخم بھرنے لگے | امنگون کے جوبن ابھرنے لگے
ہوا شوق کا ضبط پر دسترس | بڑھا جوش مین آکے دست ہوس
یقین نے اٹھائی گمان کی نقاب | نظر آئی ہر آرزو بے حجاب
شک و ریب روپوش ہونے لگے | مقاصد ہم آغوش ہونے لگے
نگاہین لگین کہنے پیغام شوق | تمنا نے چوسا لب جام عشق
ادب سے بڑھین آگے گستاخیان | مرادین لپٹ کر ملین وصلیان
ارادے سے داؤن چلنے لگی | وہ برسون کے ارمان نکلنے لگی
بڑھا گرمی شوق سے ساز و ناز | عرق بن کے ٹپکا جبین سے نیاز
طبیعت کی شوخی بڑھی دمبدم | رکاوٹ کی باتین ہوئین کالعدم

ملا ساز تقدیر سے ساز وصل ۔ بجا پردہ سے مین نغمہ راز وصل
فرح بخش توفیق ہونے لگی ۔ تصور کی تصدیق ہونے لگی
آسودگی خوب سے ہم رہی ۔ وہی خلوت انس محرم رہی
نہ باقی رہی دل مین کوئی ہوس ۔ عنایت پکاری کہ اللہ بس
یہ سنکر بنا خود فراموش وہ ۔ ہوا جوش مستی سے بیہوش وہ
سنبھالا تو ضبط چالاک نے ۔ دیے چھینٹے آب رخ پاک نے
کہا شہ نے اے مایۂ اختصاص ۔ ازل سے ہی تو میرا محبوب خاص
رہی اسکی تصدیق ای نیکنام ۔ مین تیرا ہی ہوکر رہونگا مدام
ملا ہے مجھے حکم مہر منیر ۔ لقب دون تجھے عاشق منتظر
خدا نے دیا سب تجھے بے ریا ۔ ولی عہد کا تا ابد کر دیا
ازل سے ہے تو عاشق زار حق ۔ ہوا آج صد شکر مختار حق
چلے گا ترا حکم آفاق مین ۔ کہ تو صدر ہے بزم عشاق مین
تری دم سی پھیلیگا دنیا مین جوگ ۔ کرینگے ترے نام سے عشق لوگ
تجھے ہم نے عالم دیے دس ہزار ۔ مرید اور ہر دم تری جان نثار
علاوہ ہیں بیشمار اہل دین ۔ تری دم سے پائینگے راہ یقین

کرینگے تری پیروی خاص و عام | کہ ہی وحی و الہام تیرا کلام

پڑھیگا جو دل سے اِسے ایکبار | وہ ہوگا ولی صاحبِ اختیار

زہے رحمت اے عاشقِ ذوالجلال | کہ خود منتظم اب ہے تیرا خیال

تجھے احتیاجِ دعا کچھ نہین | کہ مرضی پہ تیری ہی ربِّ امین

بشارت دیئے جاتا ہے وہ بشیر | تحیر مین ہے خسروِ بےنظیر

کہ یارب کہان مین یہ رحمت کہان | کیا جسنے محبوبِ ربِ جہان

اسی فکر مین غرق ہی وہ حسین | کہ یاد آگئی اُسکو لوحِ یقین

جو دیکھا اسے غور سے ایکبار | تو یہ راز اُس سے ہوا آشکار

کہ پھر مہر آکے اس دسمین | تجھے آزماتا ہے اس مجلس مین

پھر دیکھا تو وہ عاشقِ پاکباز | پھرا گرد اُسکے ز روئے نیاز

کہا گر کے قدمون پہ اسے پاکذات | بھلا اس مین پردے کی تھی کون بات

اسی کی رہی آجتک دوڑ دھوپ | یہان آپ بیٹھے ہین بدلے یہ روپ

ازل کی وہ باتین بھی کچھ یاد ہین | محبت کی گھاتین بھی کچھ یاد ہین

تکلف نہ رکھیئے روا اسے کریم | کہ ہون آپکا آشنائے قدیم

بھلا کسواسطے رنگ لائے حضور | کہ اُس جلوے مین آج آئے حضور

بلایا مجھے قدس کے دیس مین | یہان آپ بیٹھے ہین اس مجلس مین
بھلا اس مین کیا مصلحت تہی حضور | جز اسکے کہ چکر مین کہاؤن ضرور
کہا مین نہ آتا جو ای خوش صفات | دکھاتا تجھے کون بابِ نجات
فقط تیری خاطر مین آیا یہان | محبت کا نقشہ جما یا یہان
اسی واسطے مین نے بدلا ہے بہیس | کہ ملکر تجھے لیچلون اپنے دیس
سحر ہو تو کہولون مین بابِ نجات | تجھے بخشدون حاصلِ کائنات
کہ زادِ سفر ہو وہ حسنِ عمل | مرے ساتھہ پہر تو سوے قدس چل
پہنچکر تو اُس منزلِ عیش پر | بڑے چین سے تا ابد کر بسر
وہ اہلِ محبت وہ اہلِ طریق | وہین آ رہین گے تری ہی شفیق
سنا جب یہ ارشاد مہرِ منیر | تو پڑہنے لگا وجد مین بینظیر

غزل

محبت کا جذب و اثر دیکھیے | وہ خود لینے آے خبر دیکھیے
کبھی جنکو لکھتے تہے ہم شوق سے | وہی آج ہین نامہ بر دیکھیے
کسی کا وہ منہہ پہیر کر بیٹھنا | کسی کا وہ کہنا ادہر دیکھیے
کبھی میری قسمت کی پہر دیکھنا | ذری اپنی ترچھی نظر دیکھیے

اسی پر ہے نازِ نگاہِ کرم
مین تڑپون ادہر آپ ادہر دیکھیے

بچھا آنکھین بہت دن سے ہین فرشِ راہ
وہ آئے ہین اب راہ پر دیکھیے

کوئی عشق کہتا ہے کوئی جنون
بتاتا ہے کیا چارہ گر دیکھیے

وہ آخر ملے بات کی بات مین
وہ طول اور یہہ مختصر دیکھیے

بہت خوبصورت ہین یوسف مگر
ذرا آپ کو دیکھکر دیکھیے

اس آئینہ خانہ مین حیرت ہے یہ
کسے دیکھیے اور کدہر دیکھیے

نہین کہولتے آنکھ کیون منتظر
وہ آتا ہے کوئی ادہر دیکھیے

باب نجات

پلا اب وہ مے ساقیِ پاکذات
بنے حلقۂ جام بابِ نجات

اچھوتی دے وہ دخترِ رز مجھے
کہ ہو دم پہ قابو دعا دون تجھے

بنا مست و بیخود مثالِ عبیر
کہ دیکھون مین اپنی ہی عالم کی سیر

اٹھا جام کر جلد رفعِ ملال
کہ دنیا سراسر ہے خواب و خیال

وہی خوب ہین جو کہ رہتی ہین مست
غمِ نیستی انکو نہ کچھ فکرِ ہست

وہ مے دے کہ ڈوبین محبت مین ہم
کہ رہتی ہے شادی نہ رہتا ہے غم

مجھے مست کرکے تو پہونچا وہان
انا الحق کہے ذرہ ذرہ جہان

نہ چھوٹے مگر یہ سلامت روی
کہ پی کر اُبلتے ہین کم ظرف ہی

ہر اک راز کی پاسداری رہے
بہکنے مین بھی ہوشیاری رہے

نہ لغزش ہو کچھہ خود پرستی مین بھی
قدم لڑکھڑائین نہ مستی مین بھی

چھڑا دے خیالِ حیات و ممات
کہ دنیا کے سب کام ہین بے ثبات

وہ مے دیدے جو کہ یون بیخبر
نہ جنّت کا غم ہو نہ دوزخ کا ڈر

اٹھا جام دے بھر کے اب وہ شراب
جو دل سے اٹھا دے دوئی کا حجاب

مری مے پرستی کی وہ شان ہے
جہان خود پرستی بھی ایمان ہے

حرم سے نہ مطلب نہ ہو دیر سے
لگاوٹ نہ باقی رہے غیر سے

نہ اغیار کام آئینگے کچھہ نہ یار
خیالی ہین سارے یہہ نقش و نگار

پلا ساغرِ عشق کر شاد کام
ہے دنیا فقط ایک دھوکے کا نام

کہانتک مین افسانہ کل سُنون
کہانتک صراحی کا قُلقُل سُنون

پلا بادہ پھر سن مری داستان
کہ ہے جام آئینہ داستان

نہ گھبراؤن کیون دورِ ایام سے
صدا آرہی ہے لب جام سے

رہیگا نہ کوئی رہا بینظیر
رہے نام اللہ کا بینظیر

یہ وہ دور ہے جز خداوندگار ‏ کسیکا بھی ہرگز نہیں اعتبار
نہیں جز ترے جو کسی کو بقا ‏ مجھے ذات میں اپنی کر تو فنا
نہیں جانا کوئی دم کا شمار ‏ نہ ٹوٹے کبھی جامِ زرین کا تار
شفق نے گرائی جو خم سے شراب ‏ اٹھا تمتما ہوا آفتاب
کیا صبح کی مہر کھونے لگا ‏ دماغ ہوا گرم ہونے لگا
چلی لڑکھڑاتی نسیم سحر ‏ شعاعیں پڑی ہیں نشہ میں جھوم کر
سنبھالے ہوئے آپ کو بینظیر ‏ چلا سوئے دربار مہر منیر
ملا راہ میں جیلہ نامور ‏ یہ پہونچائی اس بادفانی خبر
میں جانے کو تہا خدمتِ شاہ میں ‏ مگر آپ ہی مل گئے راہ میں
ذرا اتنی تکلیف فرمائیے ‏ جواہر کو بھی ساتھ لیجائیے
یہ سنکر چلا وہ شہِ دو جہان ‏ وہ جس جا فرح کش تہی آیا وہان
اسے بھی غرض ساتھ لیکر وہ شاہ ‏ گیا پیشِ سلطانِ گیتی پناہ
بہ آئین شائستہ و دلپذیر ‏ ہوئی وہ قدم بوسِ مہرِ منیر
وہ سلطانِ عالی نسب ذی کمال ‏ بہت خوش ہوا بعدِ تفتیشِ حال
ہوئی رخصتِ درد و غم ناگزیر ‏ ہوا سورِ صد کرم بینظیر

سمجھا کر زراہِ عنایت اُسے
دیا سونپ گنجِ محبت اسے

کہا ہے یہی حاصلِ کائنات
اسے لیکے جا سوئے بابِ نجات

یہہ کہکر اُٹھا جب وہ سب کے سب
روانہ ہوئے ساتھہ با صد ادب

ذری دور جا کر رُکا شاہِ دین
کہا دیکھہ اب اپنی لوحِ یقین

پڑی لوح پر جو نظر ایکبار
تو کیا دیکھتا ہے وہ عالی وقار

یہہ لکھا ہے اے عاشقِ منتظر
اُٹھا جلد دامانِ مہرِ منیر

اُسی مین تو چھپجا اب اے خوش صفات
نظر آئے تا تجھکو بابِ نجات

پڑا یہہ تو فوراً شہِ منتظر
چھپا زیرِ دامانِ مہرِ منیر

دکھائی دیا سامنے ایک باب
تجلی مین رشکِ مہہ و آفتاب

وہ بابِ سعادت بلند اسقدر
کہ مشکل ہے کلمونپہ ٹھہرے نظر

نگہبان ہزارون پیادی سوار
فرشتونکا بھی ہو نہ اُسجا گزار

اُونہون نے جو دیکھا اُٹھا کر نظر
کہ آتا ہے شاہنشہِ نامور

برابر کھڑے ہو گئے اک طرف
جُھکے بہرِ تسلیم وہ صف بہ صف

قریب آ گیا جب وہ عالی تبار
قدم آگے سب نے لئے ایکبار

لیے ساتھہ اُسکو بصد عز و شان
ہوا داخلِ بابِ شاہِ جہان

ہوئی ختم جسوقت وہ جذباب	تو بولا وہ سلطانِ رحمت مآب
ذرا دیکھ اب لوح ای ہمنشیر	کہ کہتی ہی وہ کیا بحکم قدیر
یہ سنکر جوہین لوح پر کی نظر	تو اپنی ہی تصویر تھی جلوہ گر
نہ ادراک شادی نہ ماتم رہا	فقط ایک حیرت کا عالم رہا

وادی حیرت

پلا اب وہ مے ساقیٔ مہ جبین	کہ آئینہ بنجائے لوحِ یقین
دیے جامِ خوش پڑھے جادو رو	بنا دے مجھے مستِ علم وجود
وہ مے دے کہ ہو اسکا عین الیقین	کہ انسان ہی ہی کتابِ مبین
فلک پر اُڑا دوں وہ سنہرا غبار	منور ہوے وادی و کوہسار
نجوم اپنی ہستی کو کھو نیلگے	تجلی مین روپوش ہونے لگے
سحر لیکے آئینہ آفتاب	ہوئی جلوہ افگن مصدب تاب
مطلا پہاڑ و ٹکی و چوٹیان	دکھاتی ہین اسوقت کیا کیا سمان
ہرے نخل اُنپر زر افشان کرن	شعاعین وہ کونپلون پر پہین
وہ سرسبز پودے طراوت بھرے	وہ شفاف چشمے لطافت بھرے
وہ شبنم کی دھوئی ہری پتیان	زمرد کی وہ قدرتی کلغیان

وہ پانی کا جھرنا وہ چاندی کے تار | وہ شیشے کی چادر وہ صاف آبشار
سرِ شاخ پھولونکا کھلنا کہین | گلے مل کے نہرونکا بہنا کہین
وہ گدرائے پھل ہر شجر بار ور | چھپا پڑتا ہے جوبن اشجار پر
کہین لالۂ سرخ ساغر بدوش | کہین نرگسِ مست حیرت فروش
وہ نکھرا ہوا چہرۂ نونہال | وہ بکھرے ہوے سنبلِ تر کے بال
کہین پھول پھولے کہین سبزہ زار | ریاحینِ خودرو کہین بے شمار
جا سروِ کوہی کا دنگل کہین | چرندونکا جنگل مین منگل کہین
وہ گنجان شاخین شجر سایہ دار | پہاڑونکے دامن مین وہ سبزہ زار
کہین طائرانِ سحر نغمہ زن | کہین چوکڑی بھر رہے ہین ہرن
کہین غول کے غول رعنا غزال | پری کے پرے مرغِ یاقوت بال
پرندونکا جھرمٹ برنگِ سحاب | کہین جھنڈ چڑیونکا بالاے آب
وہ دریا کا موجین کہین مارنا | کچھارون مین شیرون کا ہنکارنا
کہین غار مین جا گزین تیندوے | کہین کھوہ مین بیٹھے ہوے اژدہے
درندونکا جنگل مین وہ گھومنا | کہین ہاتھیون کا کھڑے جھومنا
کہین کنڈ پر وہ گھنی جھاڑیان | دد و دام جسمین ہزارون نہان

چھٹا نونیہ وہ چادر آب صاف | ہو چاندی کے پتر کا جیسے غلاف
کہیں گھاٹیوں پر درندوں کا زور | کہیں ڈالیوں پر پرندوں کا شور
وہ کیلے کا جنگل وہ آب روان | ترائی مین لاکھوں جڑی بوٹیاں
وہ گلوں کا چرنا چراگاہ مین | بچھا سبز قالین ہر راہ مین
سا ہین سنگ مرمر کی با آب و تاب | دکھانے لگین پرتو آفتاب
ذرا دور چلکر بیابان مین | روان ایک دریا ہے میدان مین
تلاطم ہے امواج کا اسقدر | کہ آتا نہین وہ کنارہ نظر
یہ سب ہے مگر کوئی مرد خدا | نہین دیکھتا کچھ بھی اپنے سوا
جدھر آنکھ اٹھاتا ہے وہ باخبر | تو اپنی ہی تصویر ہے جلوہ گر
یہ عالم تحیر کا ہر بات مین | کہ جو شے ہے وہ اپنی ہی ذات مین
کھڑا ہے تردد کی حالت مین وہ | پھنسا ہے بہت سخت حیرت مین وہ
کھڑا سوچتا ہے وہ نازک مزاج | کہان لائی ہے مجکو تقدیر آج
ہوا محو حیرت جو وہ خوش عمل | تو گھبرا کے پڑھنے لگا یہ غزل

غزل

یہ کیا ہی ہمین خیر سے شر ہی ہین | ہر اک شے کے نفع و ضرر ہی ہین

ہمین کوہ و وادی ہمین جوے آب
ہمین نخل و سبزہ حجر ہی ہمین

ہمین ہین مورخ ہمین داستان
ہمین مخبرِ حق خبر ہی ہمین

ہمین دیر و کعبہ۔ خدا و صنم
ہمین صاحب خانہ گھر ہی ہمین

ہمین لامکان مین ہمین ہر جگہ
ادہر ہی ہمین ہین ادہر ہی ہمین

ہمین دفترِ کل ہمین لفظِ کن
ہمین طول ہی مختصر ہی ہمین

ہمین خود مصور ہمین خود نگاہ
تماشا ہے اہلِ نظر ہی ہمین

ہمین نیست ہین خود ہمین ہست ہین
قضا ہی ہمین ہین قدر ہی ہمین

ہمین نفسِ جانان ہمین بے نظیر
ہین ذات باری بشر ہی ہمین

اسی کشمکش مین سرانجام کار
اُسے یوں یاد آگئی ایکبار

مگر وہ تو پہلے سے آئینہ تھی
نظر آئی پہر اپنی صورت وہی

اسی شکل سے پردہ رعنا جوان
لگا پوچھنے کیا کرون اب میان

وہ کہنے لگی اے شہ باخبر
یہہ وادی حیرت کا ہی سب اثر

تری شکل ہر جا ہی گو جا بجا گیر
نہان پر انہین مین ہی مہر منیر

تلوّن یہان سے تو کر اختیار
کہ تا تجہہ پہ یہ راز ہو آشکار

بے ساتھہ تیرے تغیر نہو
سمجھہ پھر اُس صورت پاک کو

نکلتے ہی تو دامن اُسی مرد کا
نہ اندیشہ کر گرم کا سرد کا

جو ہے رابطہ اوس شاہِ دیندار سے
ابھی پار ہو بحرِ زخار سے

جو اس بحرِ حیرت سے جا کر گذر
پہنچ جائے تا دشت ہو بحیط

یہ سمجھا تو وہ خسروِ نامدار
بدلنے لگا حالتیں بیشمار

بدلتا گیا جیسے جیسے وہ رنگ
وہ شکلیں بدلتی رہیں بیدرنگ

نظر آئی اک صورتِ بے نظیر
کہ ہر گز نہیں وہ تغیر پذیر

یہ دیکھا تو وہ خسروِ دو جہان
ہوا اک طرف ساتھ اُسکے روان

جدھر سے وہ ذیجاہ ہوتے گئے
بہت لوگ ہمراہ ہوتے گئے

نظر آئی اک کشتیِ امتحان
ہوے سب سوار اسپہ با عز و شان

چلی جس گھڑی موجِ بادِ مراد
روانہ ہوے سب وہ عالی نژاد

گئے جب کہ دھارے میں وہ نیک خو
بھنور میں پڑی کشتیِ آرزو

جو طوفانِ حسرت ہوا آشکار
ہوے خوف سے سب کے سب بیقرار

بدلنے لگا رنگ ہر ناخدا
مگر ایک حالت پہ ہے ناخدا

یہہ کہتا ہے گو ہو خفا جی سے تم
کہیں کود پڑنا نہ کشتی سے تم

یکایک وہ گھبرا گئے اسقدر
گرے بحر ذخار مین بیخبر

مگر لوح کے حسب تحریر شاہ
رہا ہمرہ خسرو دین پناہ

بہت کوششون سے غرض باخدا
کنارے پہ کشتی کو لے ہی گیا

کنارے پہ پہونچکے یہ ٹھہری صلاح
کہ اسوقت ہے بس اسی مین فلاح

کہ جو ڈوبتے ہین سنبھالو انہین
جسطرح بنے ہین نکالو انہین

غرض ملکے دونون وہ عالی خصال
جہانتک ملے انکو لائے نکال

کنارے جو پہونچے بحکم قدیر
لگا دیکھنے لوح کو بے نظیر

تو اُس آئینے مین یہ آیا نظر
کہ تصویر محبوب ہے جلوہ گر

نہ تنہا یہ پیش نظر ہے مرے
جدہر آنکھ اٹھائی ادہر پھر رہے

دشت ہو

کہان ہے تو ساقی یہ کیا طور ہے
کہ ہر سو ہو اللہ کا دور ہے

بنا جلد بیخود ترے دم کی خیر
کہانتک یہ کثرت مین وحدت کی سیر

وہ مے دے کہ دن جسکو [illegible]
فنا کر دے محبوب کی ذات مین

شب غم کی رخصت وہ پچھلا پہر
وہ تارونکی چھاون وہ نسیم سحر

اُٹھو جاگو کی ہر طرف ہے پکار
سحر کہا کے فارغ ہو روزہ دار

تجلیِ رحمت کا ہر سو ظہور ۔۔۔ بسیرون سے اڑنے لگے وہ طیور

وہ کچھ کچھ جھلکنے لگین کچھ پلین ۔۔۔ کھر دا اڑانے لگین کچھ بلین

پپیہون نے دل پر لگائی وہ چوٹ ۔۔۔ کہ معشوق بھی ہو گئے لوٹ پوٹ

تجلی فشان گنبدِ آسمان ۔۔۔ ہنوزِ سحر کا سہانا سمان

طیورِ سحر گرم حمد و سپاس ۔۔۔ ثنا سنج مرغانِ زرّین لباس

کوئی سے بڑھاتا ہوا جوش مین ۔۔۔ ہر آتش فگن خرمنِ ہوش مین

کوئی ٹکٹکری لے رہا ہے کہین ۔۔۔ کوئی مینڈھی دے رہا ہے کہین

خوش آیند ٹوری سریلی صدا ۔۔۔ ہر اک زنگ کے چہچہے جابجا

کوئی زمزمہ سنج ایمن آن سے ۔۔۔ کہ اڑتی نکلتی ہے لی تان سے

دکھاتا ہے کوئی رکھب کی بہار ۔۔۔ کوئی اپنے پنچم کے سر پر نثار

لگاتا ہے وہ بیوٹ کوئی اس طرح ۔۔۔ کہ سر اپنے قبضہ مین ہو جس طرح

چڑھی اتری سم کی چل پھر کہین ۔۔۔ وہ گندھار پر زمزمہ دل نشین

وہ چھوٹ اور سم کی نکہت پر بہار ۔۔۔ وہ کوتو نکی بادی سرو نکا اتار

کوئی کر رہا ہے وہ مشق سند ۔۔۔ دکھاتا ہے دُہن کی کوئی شد و مد

کوئی بول اور گت پہ نغمہ سرا ۔۔۔ کوئی جو بنا و را نترے پر فدا

وہ ہلتی ہین پیپل کی جو پتیان — بجاتی ہین ہر تال پر تالیان
کہین ٹیپ کی دون کا شور ہے — کہین آڑے چوتالے کا زور ہے
صداؤن سے گونجا ہوا بن تمام — درختون پہ حیرت کا جوبن تمام
سنا جب یہ ذکر خفی و جلی — اٹھا بستر خواب سے مہر بھی
ہوا اور فکر سفر مین دماغ — صدا سے جرس بنگیا شور زاغ
کنارے سے آگے بڑھا بے نظیر — وہی ہر طرف شکل مہر منیر
ملا اک کف دست میدان ریگ — جدھر دیکھیے اک بیابان ریگ
وہ بالو کے ٹیلے وہ اُجلے پہاڑ — کہین چاندی کے ٹیکرے کہین وہ اُجاڑ
ہوا اسکے وہ دیکھتے خدا کی پناہ — کہ جب ہے تصور کی دھندلی نگاہ
قریب آگئی دوپہر جب وہان — تپش سے ہوئی ریگ آتش فشان
شرر بنکے ذرے جو اُڑنے لگے — ہوے کوہ آتش فشان ٹیکرے
مگر دیکھتا ہے جو بے نظیر — یہان ذرہ ذرہ ہے مہر منیر
ہوا وجد مین سنکے نغمہ سرا — تو پیدا ہوئی ہر طرف یہ صدا

غزل

مرے جان و دل مین بسا گئی — جدھر دیکھوں جلوہ نما ہے وہی

وہی راہ رَو ہے وہی رہنما — وہی مقتدی مقتدا ہے وہی

وہی بادِ صرصر وہی گردِ راہ — وہی ریگ موجِ صبا ہے وہی

وہی منزلِ عشق میں میلِ راہ — نشانِ رہِ مدّعا ہے وہی

وہی سب سے اول۔ اسی کا ظہور — وہی سب کا بانی بنا ہے وہی

وہی سب کی صورت وہی سب کی جان — وہی سب سے واصل جدا ہی وہی

وہی ساقیِ مَی وہی محتسب — وہی رند ہے پارسا ہی وہی

ہر اک جسم میں ہی وہی بس خموش — ہر آواز میں بولتا ہے وہی

وہی خود مرض ہے وہی خود دوا — ہر آزار کی خود شفا ہے وہی

کبھی دیکھتا تھا میں نیرنگِ دہر — نگاہوں میں اب پھر رہا ہی وہی

وہی ذاتِ مطلق وہی بینظیر — وہی شکلِ انسان خدا ہے وہی

یہ پڑھتا ہوا جا رہا ہے وہ شاہ — گیا بیٹھ اک جا مگر بھر کے آہ

نظر لوح پہ کی جو زیرِ سپہر — تو دیکھی پھر اُسنے ہی شکلِ مہر

اسی شکل سے وہ شہِ کاردان — یہ کہنے لگا کیا کروں اب یہاں

رہوں کب تک اس حال تنہا اسیر — جسے دیکھتا ہوں وہ مہرِ منیر

وہ تصویر بولی کہ اے کاردان — شتا دے تو اب قیدِ صورت یہاں

فقط اپنے ہی دل سے کہہ مدعا | کسی غیر سے تو نہ رکھہ واسطا

ہر اک عزم ہر فعل کو اسے جری | سمجہ پہلے تجہکو ہے اسکا وہی

ترے دلمین جو آئے گر بید ہرک | کہ جانی رہے ہے یکقلم یہہ جہبک

ملے آگ بہی تو نہ رکنا کہین | کہ آجائے قدرت کا حق الیقین

جو ہو بے تکلف تو ہر بات مین | ملے جا کے محبوب کی ذات مین

سوے قدس جسوقت ہوگا گزر | تجہے خود نہوگی کچہہ اسکی خبر

کہ مین کون ہون اور آیا کہان | نہ تمئیز ہوگی کسی کی وہان

یہان تو مٹادے قیود صفات | وہان خود نہ رہجائیگی قید ذات

گئی ہے جو وہ اک رہ مستقیم | چلا جا اُسی سمت بے خوف و بیم

وہان ہے سوے راست آستقی | وہ نکلا ہے اک کوچۂ بیخودی

سر راہ ہے ایک تخت روان | کہ گردش مین ہے صورت آسمان

یہہ گو سب نظر آئینگے شکل مہر | بہر نوع دکہلائینگے شکل مہر

مگر پوچہنا دل سے ای تازہ بخت | وہ کہدیگا یہہ راہ ہے یہہ تخت

سوار اُسپہ ہونا تو با کر و فر | نہ تا قدس پہر ہوگی تجہکو خبر

رہیگا نہ معشوق و عاشق مین فصل | وہان ایک ہو جائیگی نقل و اصل

وہان جاکے دیکھیگا جب آنکھین | تو کچہہ بہی نہین اور سب کچہ وہ ہین

بہار

پلا ساقیا چشمۂ لالہ فام
گلابی رہین میری آنکھین مدام

ستاتی ہے اک گل کی دوری مجھے
جہکا دے رہے تا حضوری مجھے

ہے نوروز آج اے بہار کرم
بنا دے مجھے غیرت جام جم

نظر آتی ہے قدرت ذو الجلال
کہ پیش نظر ہے زمانے کا حال

ابھی جل رہا ہے قمر کا چراغ
کھلا ہے سر چرخ تارونکا باغ

وہ جو کہکشان کی سڑک ہے ادھر
نشانون نے چھڑکا ہے اس رات بھر

ہر اک سمت ہے کیا سہانا سمان
فرح بخش ہے کیسی تارونکی چھان

ابھی تک نہین آتی آواز کوس
جبین فلک ہے جبین عروس

وہی مشعلین جلتی ہین آب مین
وہی پھول پھولے ہین تالاب مین

کہین اونگھتے ہین تہجد گذار
پڑے ہین کہین مست شب زندہ دار

گئے شہر سے بھاگ کر دور چور
نہین اب کہین پہرے والونکا شور

تجلی کا ہے ہر طرف گو ہجوم
مگر ماند ہونے لگے ہین نجوم

پڑی ہی چمک ستارہ نکلی تبسم نگر
ابھی ہنس رہا ہے چراغ قمر

تجلی میں ڈوبی ہوئی چاندنی
چھپی آکے صبح سے سحر کی

قریب آ کے جاتی ہے اب صبح کی
یہ نکلی ضیا ہو گئی دم بھر میں اصل

شفق آسمان پر ہوئی خندہ زن
گلابی رنگا چرخ نے پیرہن

شعاعوں کا جھونکا جو آنے لگا
چراغِ قمر جھلملانے لگا

بدلنے لگا رنگ پیرِ فلک
دکھانے لگی ضو شفق کی جھلک

دمِ صبح والفجر پڑھنے لگا
اجالا بھی رہ رہ کے بڑھنے لگا

نظر آتا ہے آدمی دور کا
پھٹی پو وہ تڑکا ہوا نور کا

گیا سر کو غرب میں ماہتاب
نظر آئی وہ شرق میں آفتاب

پڑا ہے جو پانی میں عکسِ شفق
بنی سطحِ دریا گلابی ورق

اڑا ہر طرف وہ ابیر و گلال
ہوا دامنِ صبح تک لال لال

مچانے لگا شور ہر سو گجر
بجانے لگی بانگ مرغِ سحر

ہوئی صبح رنگیں ادا خندہ زن
چمکنے لگی جگمگاتی کرن

چلے جانبِ بتکدہ بید خوان
نمازی ادھر سے چلے شوقِ اذان

کھنچے ہے جام و رغبت رندانِ مست
درِ میکدہ پر اٹھے

شعاعیں لگی چھٹنے لگی اب ہواس
بنا لالہ زارِ فلک

سنہرا ہوا عارضِ چرخِ پیر — نکلنے پہ ہے آفتابِ منیر

وہ چھایا گلستان پہ رنگِ شفق — مطلا ہوئے سارے گل کے ورق

وہ بلبل وہ طوطیِ شکّر شکن — چہکتے ہین کیا کیا طیورِ چمن

جوانانِ گلشن لبِ جویبار — اُٹھے بہرِ تعظیمِ فصلِ بہار

عنادل کا ہر سمت جوش و خروش — نسیمِ چمن مست و نزہت فروش

کہین بلبلِ زار کے چہچہے — کہین شاہدِ گل کے وہ قہقہے

بہار آئی رنگین ہے نہالِ چمن — بدلنے لگے نخل رختِ کہن

وہ بوٹون مین کلّے لگے پھوٹنے — عنادل کے چٹکلے لگے چھوٹنے

درختون نے پہنا وہ دھانی لباس — لبِ نہر سبزہ زمرد اساس

نئی پتّیان وہ چمکنے لگین — وہ کھل کھل کے کلیان مہکنے لگین

ریاحینِ سرسبز تازہ بہار — وہ پھولی حنا ہر طرف عطربار

وہ شاخون مین کونپل نکلنے لگی — درختون کی صورت بدلنے لگی

بنفشہ کہین سنبلِ تر کہین — کہین سوسن و گل بہار آفرین

گلستان مین ہر سو شمیمِ بہار — اڑی دوشِ بادِ سحر پر سوار

حسینانِ نازک ادا لالہ رو — روش پر ٹہلتے ہین ہمرنگِ بو

کھلے پھول بیلے کے وہ لاجواب
وہ پھولے ہزاروں طرح کے گلاب

وہ چھوٹی چنبیلی کھلا سونگرا
کھلی چاندنی باغ میں جابجا

وہ گڑہل کھلا اور جنیرو کھلا
وہ نرگس کھلی اور شبو کھلا

وہ پھولی نواڑی کھلے کاسنی
وہ لالہ کھلا وہ کھلی کامنی

چمن زیورِ گل سے زیبا نگار
وہ نوخاستہ نوعروسِ بہار

بھرا ہے لالی کا رنگین ایاغ
دہکنے لگا آتشِ گل سے باغ

یہ فطرت کا ہی قدرتی انتظام
کھلے پھول لاکھوں طرح کے تمام

وہ پھولوں پہ اڑتی ہوئیں تتلیاں
دکھاتی ہیں قدرت کی صناعیاں

پڑے ہیں جو اس لطف سے بیخبر
جگاتی ہے انکو نسیمِ سحر

لیے لخلخہ موجِ بادِ بہار
ٹہلتی ہے جوشِ نمو پہ سوار

اگر ہیں پھولوں پہ شہد کی مکھیاں
وہ چھتوں سے جھکنے لگیں ٹہنیاں

بھری گود شاخوں کی اثمار سے
ٹپکنے لگا شہد اشجار سے

وہ گدرائے پھل رنگ لانے لگے
انار اپنے جوبن دکھانے لگے

وہ انگور وہ رس بھری بیچیاں
لٹکتی ہیں آموں میں وہ کیریاں

تر و تازہ ہر سیب بہ سر شجر
لدے ہیں درختوں میں فصلی ثمر

وہ نالے ہیں اور ہیں بن کے پھول
کہ جن سے ہوں سونگھے سے ہون مست اہل عقول

وہ فصل بہی کے خزین کے ثمر
جنھیں دیکھکر قحط سالی ہو سیر

وہ صحرا کی دیکھے کوئی اب بہار
کہ جھاڑون پہ ہر شاخ ہی شعلہ زار

وہ پھولا ہوا ڈھاک بھی ہر طرف
لگا ہے ہے اک آگ سی ہر طرف

وہ نرگس ہیں پھیلا کے گل سیمل
دکھاتی ہیں لطف ریاض خلیل

وہ سرہنگے پھولون کی بو تیز و تند
ہے سونگھنے ہی کھلے ذہن کند

دکھاتی ہیں اس وقت کیا کیا پھبن
چمکتی ہے چاندی کی جیسے کرن

کہیں سے یہ آئی ہوا یا عجب
مگر ہے کروندے کا جنگل قریب

عجب مست خوشبو ہے پھولون کی واہ
ہوئی جاتی ہے دل کی حالت تباہ

بہت دور وہ جھاڑیان ہین مگر
ہوا مین لپٹ آرہی ہے ادہر

کہین نیم کے پھول عطر آفرین
کہین گچھے کچنار کے نازنین

کہین پھول انگور کے بے شمار
دکھاتا ہے چاندی کے گھنگرو بہار

وہ سیجن کے وہ سرخ گھنگچی کے پھول
املتاس اور مالکنگنی کے پھول

وہ صحرا کا ہر نخل پھولا ہوا
نسیم بادِ صرصر کو بھولا ہوا

ہوا مین ہے نشو و نما کا اثر
ہین مستی پہ وحش و طیور و بشر

دکھاتا ہی پھولون کا جوبن ابھار | امنگون پہ ہی جوشِ رنگِ بہار
نہین ہی تماہہ زورِ مستی کبھی | کہ ہر شئے پہ چھائی ہی اک بیخودی
مین اس شانِ قدرت پہ ہرمو نثار | دکھائی ہین جسنے کیا کیا بہار
کیے خلق لاکھون طرح کے بشر | نہین ملتین پر شکلین بایکدگر
نظر آتی ہین جتنی یہ صورتین | ہجومِ خیالات کی مورتین
نہین قیدِ صورت فقط بات ہے | یہہ کچھ بھی نہین ذات ہی ذات ہے
اسی کے کرشمے ہین یہ روز و شب | کہ اک چیز ہے دوسری کا سبب
فلک پر وہ جھل مل دکھاتی ہوئین | شعاعین ٹرہین جگمگاتی ہوئین
ہوئی دہوپ ٹیلون پہ جلوہ فگن | درختون کی چوٹی پہ چمکی کرن
تجلی سے عالم ہوا فیضیاب | وہ نکلا چمکتا ہوا آفتاب
وہ تختِ روان پر کوئی ذی حشم | اڑا جاتا ہے شکلِ ابرِ کرم
مگر اس کو اسکی نہین کچھ خبر | کہ مین کون ہون اور آیا کدھر
یکایک ملا ایک بابِ بلند | ہوا اوسمین داخل وہ فیروزمند

روضۃ القدس

پلا ساقیا سامِ حق الیقین | لنفحۃ النار راح نور تمکین

دے جامے وصل ہاں ای کریم | فطوبی لہ فاز فوزا العظیم

ابد تک یونہین رکھیو مجھی کامیاب | ہو اللہ یعطی بغیر الحساب

تو قادر قوی و ولی کردگار | مین بندہ ترا پر گنہہ شرمسار

ہے قدرت تجھ صانع پاک کو | محمدؐ سے روشن کیا خاک کو

ترے لطف سے ہے یہ سب ای نگار | بہار شباب و شباب بہار

یہ تیری عنایت جوانی مری | ہے کس شان کی زندگانی مری

بنایا ہمین عاشقی کے لیے | پھر اس پر کمالات اتنی دیے

ادا شکر جن کا نہ ہو تا ابد | لک الحمد یا ذالجلال الصمد

جسے جسقدر چاہے دے اختیار | تو قادر ہے ای میرے پروردگار

تری حکم مین ہین زمین و زمان | کوی جای پھر تجھ سے بچ کر کہان

مین بندہ ہون تیرا تو معبود ہے | یہہ سب کچھہ نہین۔ تو ہی موجود ہے

جو پردہ اٹھا دے تو ای ذو المنن | تو گم ہو نگا ہون سے یہہ ما و من

تو آنکھون مین یارب تجھی جی مین ہے | مگر لطف کچھہ بندگی ہی مین ہے

عنایت کی جس پر کرے تو نظر | معائب کو واللہ کردی ہنر

غرض نیک و بد سے نہین نہ نہار | کہ تو ذوالمنن ہے خداوندگار

یہ سب تیری قدرت ہے اے ذوالجلال — کہ ہر رنگ میں ہوں عدیم المثال

پڑھایا سبق ہم کو اخلاص کا — کیا مورد اس رحمت خاص کا

دیا پھر پیمبر بھی وہ اے غفور — کہ جس کے لئے ہے یہ سارا ظہور

وہ احمدؐ وہ محبوبِ ربِّ جلیل — نویدِ مسیحا دعائے خلیل

وہی حسنِ گل عشقِ بلبل وہی — غرض سب یہ افراد ہیں کل وہی

دیا پھر وہ مرشد بھی اے ذوالجلال — جو اس وقت کونین میں ہے بے مثال

وہ محبوبِ فرزندِ شیرِ خدا — سرِ اولیاء وارثُ الانبیا

وہ جلوہ نمائے کمال و وصال — وہ آئینۂ قدرتِ ذوالجلال

وہ توحید و وحدت کے پشت و پناہ — شریعت طریقت کے وہ تکیہ گاہ

وہ مرشد مرے وہ گرامی پدر — جو ہر راز سے عشق کے باخبر

شہنشاہِ دین شاہ احسان علیؒ — وہ قطبِ مدار و فقیہ و ولی

خلافت کے رو سے بحسنِ تمیز — تھے وہ نائبِ شاہ عبدالعزیز

اب اس سے زیادہ ہو گیا مرتبا — کہ ہیں عاشقِ سنتِ مصطفیٰؐ

انہیں کا ہے یہ فیض اے ذوالمنن — دیا تو نے ایسا جو استادِ فن

لقب جس نے رحمت سے پایا وحید — نہ پھر کیوں ہو عالم میں یکتا وحید

نثارِ محمدؐ وہ قطبِ زمن — وحید و یگانہ خدائے سخن

الٰہی وہ ملجائے ناز و نیاز — مرا مرشدِ پاک و دانائے راز

وہ عالی نسب سیدِ پاک زاد — ابد تک سلامت رہے بامراد

اُسی کی بدولت میں پہونچا یہان — کرون جسپہ قربان مکان لامکان

وہ اک شہر ہے روضۃ القدس نام — سراسر صفا جانِ خوبی تمام

مکانات اہلِ صفا کی ضمیر — نکالی ہوئی خشت ماہِ منیر

عمارات حیرت فزائے ملوک — مقامات اسرارِ اہلِ سلوک

مکانون مین نقشِ ازل کی نشست — وہ رفعت کہ ہو اوجِ اندیشہ پست

وہ دیوارین آئینہ باآب و تاب — جو دل سے اوٹھا دین دوئی کا حجاب

نہ پھر کیون ہون وہ راست ایجاد مین — کہ ہو اصلِ حق جن کی بنیاد مین

ملی آب رحمت سے عالم کی جان — گلا یہ سنا اُس کا جب بیگمان

لگائے دلِ عارفان جائے خشت — ہوئی حرف تحریر مین سرنوشت

پڑا سرخی مین رنگِ مہرِ جمال — سفیدی مین کافورِ صبحِ جلال

بلندی کو لازم تھی پستی جہان — تو لی عشق کی خاکساری وہان

جہان تھی مناسب نمودِ فراز — وہان صرف کی رفعتِ کبر و ناز

دیا عرض اگر بحرِ امید کا — تو ہے طول بھی حسرتِ دید کا

کہ کس طرح مضبوط ہون پھر جہات — ہر کرسی مکانون کی پائے ثبات

ہر اک کنگرہ مہرِ اوجِ کمال — ہر اک آستان عرشِ جاہ و جلال

پناہِ غریبان درِ ارجمند — عصائے ضعیفان ستونِ بلند

محافظ ہر اک در کا پیکِ حیات — وہ ہر ایک دروازہ بابِ نجات

ہر اک گوشہ مین راز کا بند و بست — ہر اک کمرہ خلوت سرائے الست

قضا و قدر نام معمار کا — توکّل وہان پشتہ دیوار کا

بھرا کوٹ کر ہر طرف رنگِ عشق — وہ شفّاف دیوارین از رنگِ عشق

جو خالی رہی جائے اہلِ نیاز — بھرا اُس مین خونِ شہیدانِ ناز

مکانون مین ہر سو وہ نورِ امید — کہ بختِ سیہ بھی وہان ہو سپید

چراغِ رضا سے جو روشن ہین گھر — ہے تسلیم سے حسنِ محرابِ در

ہر اک در کی محراب مین ہے وہ خم — کہ قوسین کہائین اُسکی قسم

مکانون مین مٹّی وہی ہے تمام — کہ اُس کا عبیرِ محبت ہے نام

ہر اِک طاق ہے دل کے سینے مین طاق — نہین وہ بھرا ایسا بالاتفاق

وہان چوب کی جا ہین تارِ نگاہ — ہے سقفِ مکان ظلِّ لطفِ اِلٰہ

وہین بام کو کہتے ہین اوجِ عشق | ہے زینہ اُسی بام کا موجِ عشق
نہ کیون وہ محل ہو حقیقت طراز | کہ ہو نردبان جس کا عشقِ مجاز
ہو اُس گھر مین کیا حال مشتاق کا | جہان فرش ہو چشمِ عشاق کا
وہان رکھتا ہے ہر مکانِ رفیع | فضاے تقرب کا صحنِ وسیع
ہر ایوان کی واہ کیا شان ہے | سعادت ہر اِک در کی دربان ہے
ہو اُس رہ مین پھر کیا نشیب و فراز | جہان فرشِ رہ ہو جبینِ نیاز
کرے کیون نہ رشک اُس گلی کا فلک | بچھائین جہان اپنی آنکھین ملک
لکھون کیا مین اُس شہر کی آب و تاب | کہ ہو ذرہ ذرہ جہان آفتاب
ہے خالی شکایات و آفات سے | بھرا ہے وہ فخر و مباہات سے
وہان پھرنے والون کو یہہ عید ہے | کہ ہر نقشِ پا چشمِ امید ہے
یہہ گلیون مین ہے روشنی کا وفور | کہ ہر سمت جاری ہی اِک بحرِ نور
مکانون کو لگتے وہ خوش وضع باغ | کہ عاشق کے سینے پہ جس طرح داغ
نسیمِ حیات اُس جگہ کی ہوا | جو مُردے کو زندہ کرے بر ملا
معطر یہ گلیان وہانکی تمام | کہ تازہ کرین قدسیون کا مشام
جلال و جمال اُسکے شمس و قمر | ازل اور ابد اُسکی شام و سحر

وہان سوسون کا نرالا ہی ڈھنگ ‏ بدلتے نہین پر بدلتے ہین رنگ
جو گرمی ہی تو عشقِ بیدرد کی ‏ جو سردی ہے تو اک دمِ سرد کی
اسی جا تداخل وہین اعتدال ‏ وہان فصل کی کچھ نرالی ہی چال
دورویہ مکانات با آب و تاب ‏ ادہر کا ادہر ہے برابر جواب
عجب شہر حیرت کا گنجینہ ہے ‏ کہ جو شے وہان ہے وہ آئینہ ہے
اگر کوئی جاوے وہان بہر سیر ‏ تو ہرگز نہ دیکھے وہ تصویر غیر
نظر اسکی جس چیز پر جائیگی ‏ تو اپنی ہی صورت نظر آئے گی
جو کچھ چاہے تو کہہ لے کوئی یہین ‏ ہو لہٰذا انا اللہ وہان کچھ نہین
عجب شہر ہے حاصلِ دو جہان ‏ کہ رہتے ہین اربابِ وحدت وہان
نہ دنیا سے مطلب نہ دین سے غرض ‏ اگر ہے تو اپنے یقین سے غرض
عجب شہر آباد و معمور ہے۔ ‏ جو کونین مین فرد مشہور ہے
وہان کچھ غمِ خیر و شر ہی نہین ‏ حدوث و قدم کا گزر ہی نہین
فزون عیشِ جاوید بے حد و کد ‏ وہان سب کو حاصل حیاتِ ابد
بری نفس سے ہین وہان ہر بشر ‏ ہی وہ مسکنِ قدسیان سر بسر
وہان نقد رائج درود و سلام ‏ غذا سب کی تسبیحِ ربِ انام

خدا کے کرم سے دہان کیا نہیں | نہیں تو فقط اک تمنا نہیں

عجب پاک بستی عجب پاک شہر | کہ ہے سربسر جانِ اور اک شہر

اُسی شہر کا حاکم ذوالجلال | وحید۔ واحد۔ وارث و بیمثال

وہ خلاق و پروردگارِ جہان | وہ عاشق کی روح اور عالم کی جان

رحیمٌ کریمٌ قویٌ قدیر | لطیفٌ خبیرٌ سمیعٌ بصیر

تجلی دہِ روئے ہستی جلیل | بہارِ رخِ آفرینش جمیل

بصارت دہِ چشمِ حق الیقین | خجستہ نگارِ ادا آفرین

مسرت دہِ نشئہ جوشِ مل | طراوت فزائے لبِ برگِ گل

سنور کنِ عارضِ ماہ و مہر | زینت کنِ سقفِ بامِ سپہر

تمنا دہِ قلب و ربِ جواد | مرادِ دلِ عاشقِ بے مراد

صفا بخشِ صبحِ ریاضِ نعیم | بہارِ گلستانِ حسنِ قدیم

نیاز آفرینِ دلِ عاشقان | رہ و رسم سازِ نہان و عیان

وہ اوصاف میں ذات میں بےنظیر | وہ مشہورِ آفاق مہرِ منیر

اُسے سب نے دیکھا تو بے اختیار | اُٹھے حسبِ حکمِ شہِ باوقار

وہ اُٹھ کر گلے سب سے ملنے لگا | طبیعت کے مانند کھلنے لگا

ہے اس درجہ گو بیخودی کا اثر | کہ اس کی بھی اُسکو نہین کچھ خبر
مگر وقتِ خسروِ منظیر | گیا سجدے مین پیشِ مہرِ منیر
وہ شاہنشہِ کشورِ لامکان | امین و مبین مالکِ دو جہان
یہہ کہنے لگا اے مرے منظیر | تو اب تک رہا کس بلا مین اسیر
یہان تو جو پہنچا ہے اے باصفا | مرے واسطے لیکے آیا ہے کیا
کہا اُس نے اے میرے تابِ نوان | بجز عجز کے اور کیا تھا یہان
وہی نذر لایا ہے تیرا فقیر | پر اب جو ہو تیری رضا اے قدیر
یہہ سنکر وہ سلطانِ رحمت پناہ | اُسے لے گیا ساتھ با عز و جاہ
ہے اک باغ دولت سرا کے قریب | گئے مل کے اُس مین وہ دونون حبیب
کہا مصطفےٰ نے اے خجستہ صفات | مفصل بیان کر تو سب واردات
اُسی عالمِ بیخودی مین وہ مرد | بیان کر گیا سب کا سب حالِ درد
اُسے ہوش تھا کب کسی بات کا | خدا جانے کس کی زبان سے کہا
جو مفہوم کل ہو گیا دلنشین | یہہ قطعہ پڑھا پیشِ اربابِ دین

قطعہ

کہا ایک دن حضرتِ پاک نے | کہ جس کا دو عالم مین ہمتا نہین

ریا کار ہیں جتنے احباب ہیں
زمانے مین اک دوست سچا نہین

مناسب ہے اب تجربہ کرکے دیکھ
کہ جز حق کوئی بھی سچ بتاتا نہین

سبک تر وہ ہو جو ہو دل لئے عشق
کہ اس سے گران کوئی سودا نہین

محبت عجب راز سربستہ ہے
ہر اک نے کہا پر وہ سمجھا نہین

قضا و قدر نے بھی آکر کہا
کہ تقدیر سے کوئی چارا نہین

کہین جو طے بھی کر منزل خاص عشق
کہ یہ عام لوگون کا رستا نہین

جسے چاہے دے منصب عشق حق
کچھ اس مین کسی کا اجارا نہین

غرض دل دیا اک دل آرام کو
کہ ہے اسکے چین اب بھی اصلا نہین

ملامت جفائین اٹھائین تمام
مگر ہان کسیکا بھی شکوا نہین

نہ سنتی تھین جو کچھ وہ باتین سنین
مگر پی گیا کچھ مین کہتا نہین

دیا تھا مجھے بھی یہ حق نے جمال
کہ اب تک کسی مہ جبین کا نہین

وہ کیا لائے گا تاب برق نظر
جسے دید جانان کا لپکا نہین

ہوا اجل کے وہ رنگ روغن سیاہ
وہ گندمی سا چہرہ دمکتا نہین

مرا قد ہوا سوکھ جیسا خار
کوئی نخل یون خشک ہوتا نہین

تھی جس باغ رخ مین جنانکی بہار
وہان نام اب تازگی کا نہین

ہوا جب سے یار بادۂ مہر احسان
گلون کا بھی یہی رنگ لالہ تماشا نہین

ہٹایا محبت نے اُس گل کی بوُن
کہ وہ بو کا بھی اب مجھ پہ میرا نہین

شکستہ دلی غم سے ایسی ہوئی
کہ بارِ تصوّر بھی اُٹھتا نہین

نہ ہم آسمان ہو کہ ہو لامکان
کہان شوقِ پرواز پہونچا نہین

مرے دل سے پوچھے کوئی سوزِ عشق
کہ حاسد بھی اس طرح جلتا نہین

ہر اک طرح کی قابلیت بھی تھی
اسی سے مقلّد کسی کا نہین

بہر نوع ہر علم کا رازدان
مقابل مرے کوئی دانا نہین

یہ سب فیض ہے رحمتِ پاک کا
کہ حاصل مجھے فخر کیا کیا نہین

ہوا عشق تو بے خودی آگئی
خیالِ تجسّس کچھ اصلا نہین

شب و روز تھین صحبتین چند سال
مگر یہ تو گردون کو بھاتا نہین

وہ راہی ہے جو کہ تھے علم دوست
رہے جب انھین شوق لکھنا نہین

وہی اب یہ کہتے ہین اللہ کی شان
یہ پھر کیا ہے جو ریا و سود نہین

عمل کے بھی طالب بہت کچھ ہوئے
مگر یہ تو دستور اپنا نہین

محبت کا کوچہ بہت پاک ہے
وہان دخل خلقِ ریا کا نہین

جو ہوتی ہے تیغ و پیکر اصیل
تو جوہر کسی طرح چھپتا نہین

مگر فیضِ رحمت سے اللہ کا شکر | دعا مین میرے پاس کیا کیا نہین
بتلائے بھی اوراد دو چار کو | کہ ان مین کسی طرح دہوکا نہین
غرض جب مقاصد ہی حاصل ہوئے | تو پھر کیا ہے کچھہ میری پروا نہین
پڑا اُس صنم پر ہی اکثر نے سحر | مین پھر حرفِ باطل سی ڈرتا نہین
کیا فیضِ رحمت سی اُن سب کو دور | وہان تک گزر اب کسی کا نہین
کسی کا نہ محتاج تھا مین مگر | بجز امتحان کچھہ تمنا نہین
مین آخر مٹا کر وہ سامانِ عیش | کہ جس کا کوئی دم بھروسا نہین
کیا پیشِ احباب ہر شہر مین | کسی نی بہی الفت سی پوچھا نہین
یہہ وہ ہین جو تھے رات دن جان نثار | تسلی ہی دے کوئی اتنا نہین
کہان کی صفائی کہان کا خلوص | کسی کا کوئی دوست حاشا نہین
بنے وقت کے ہین یہ سارے رفیق | جو بگڑا کوئی ساتھہ دیتا نہین
اٹھایا غرض دل سے سب کا خیال | کہ جز حق کسی کی تمنا نہین
یہہ سوچا رہون ایک کا ہو کر اب | غرض کیا وہ اپنا ہی اب یا نہین
ہے جب تک کے دل مین تمنائے غیر | کبھی وصلِ دلدار ہوتا نہین
اگر عشق ہی ہو تو قدرت کے ساتھہ | کہان اسکا فطرت مین جلوا نہین

ظاہر ہی بہار کی بہاری رہین | کہ ہر شئے مین کب نور اسکا نہین
یہ نیرنگیان اور صناعیان | ان آثار قدرت مین کیا کیا نہین

یہ کس دست قدرت کے ہین یادگار | نہ چاہین لکہا ہین ہم یہ زیبا نہین
مگر روسکے وہ ذات جس بات سے | خلاف اوسکے ہو کچہ یہ اچہا نہین
نزادین اور اسکی یا بینہ یان | تو اس سے کوئی بڑہ سکے رتبا نہین
یہہ سمجہا نہ پہونچا مین عصمت کے پاس | ملا فیض سے اوس کی کیا کیا نہین
نہ دنیا کی خواہش نہ دین کی ہوس | جو دیکہا تو جز حق کچہ اصلا نہین
سلے وہ تو انت تجہکو ملا | بہر حال اب کچہ بہی شکوا نہین
وہ میرے سعادی ہو میرے عیوب | کہ یون حال ابتر کسی کا نہین
جو دیکہے تو رحمت کی پہر نظر | اب اون کا گمان تک بہی اصلا نہین
ہوا حسن مین ہر طرح کا حل کیا | مجہے کون سا حسن بخشا نہین
کیا خاص رحمت پہر منظر | کوئی دوست ایسا کسیکا نہین
مجہے جو دیا وہ دیا بے ریا | غرض ان کی کچہ اس مین حقا نہین
کہا مجہہ سے کیون تجربہ کر لیا | کہ کوئی محبت کا پورا نہین
ذرا غور سے دیکہہ حال جہان | کہ یہ جا سیر و تماشا نہین

ہین جتنے کہ آثارِ ہستی عیان
یہ سب نیست ہین ان مین بن ہو کا نہین

محبت اگر ہے تو ہو بے ریا
کسی کا یہ جز تیرے حصا نہین

بہت سخت ہی الفتِ بے ریا
کوئی پاؤن اس رہ مین دہرتا نہین

مصائب کو تیرے مین سمجھا ہنر
ترے حال پر لطف کیا کیا نہین

جب ایسے میرے اقوال پر ہے یقین
تو شک اس کو کچھ اسمین حاشا نہین

کہ تو عشق بازی مین ہے بے نظیر
کوئی مثل اس فن مین تیرا نہین

نہ پھنس دامِ اہلِ ہوس مین کبھی
کہ ان کو خدا پر بھروسا نہین

یہ اپنے ہی مطلب کے سب یار ہین
غرض اور کچھ ان کو حاشا نہین

سمجھ خود ہوا تجربہ اس کا اب
یہ ظاہر ہے کچھ اس مین اخفا نہین

ہین راحت کے سب دوست اے بے نظیر
مصیبت مین کوئی کسیکا نہین

کیا مہر نے ختم کی سب داستان
کہ مجھ پر عیان تھا یہ رازِ نہان

مگر مصلحت ہے یہی اے نگار
کہ یہ بھید ہو سب پر اب آشکار

نہ تا لوگ بھٹکین ادہر اور ادہر
تو لکھے سارے قصے کو باآبِ زر

یہ قصہ جنین اپنی ہی دید ہے — چراغِ رہِ عیشِ جاوید ہے
طلب کرکے فوراً دوات و قلم — کیا قصۂ عشق اس نے رقم
ہوا پڑھ کے خوش مہرِ عالی وقار — گلے سے لگایا اسے بار بار
ملا اس سے یون بات کی بات مین — کہ وہ یون ہوا وصل اک ذات مین
تعین کا پردہ اٹھا جب وہان — تو کوئی نہ حاجب رہا درمیان
تمیز و تعدد کے بھولے صفات — یہان تک نہ باقی رہی قید ذات
جو آئے ارکینِ دولت تمام — پڑھا مہر نے وہ خجستہ کلام
باعزاز کہنے لگا پھر وہ شاد — کہ اسعدوین سے ہے یہ کلامِ آلہ
پڑھے جو سمجھکر اسے ایک بار — تو ہو وہ ولی صاحبِ اختیار
کہا سب نے صدقت یا شاہِ دین — ہے جسے شک ہو زندیق ہی بالیقین
مگر اس کی تاریخ بھی ہو ضرور — کہ تا یہ رہے یادگارِ حضور
ہوا یون گہر ریز شاہِ امین — کوئی قطعہ لکھدے تو اے مہ جبین

قطعہ

بحقِ محمد قدیمِ کریم — بحرمتِ ہو ھادی الضالین
جعلنی الٰہی عدیم النظیر — ولی دائماً فی مرادی معین

امرت بان دو لسان مبین دلیلا الی الخیر فی کل حین	ولا ریب یا ایہا العاشقون کتبت کتابا و لن تعقلوا

	فان تسئلوا انی اقول سنہ ہو اللہ ہذا کتاب مبین ۱۳۱۲ ہجری	مہر تصدق حسین

۱۳۱۲ ہجری قدسی

اشتہار

چونکہ اس کتاب کی ہر دو گورنمنٹ انگلشیہ و سرکار گورنمنٹ نظام مین باضابطہ رجسٹری ہو چکی ہے اور سارے حقوق محفوظ ہین لہذا کوئی صاحب بلا باضابطہ تحریری اجازت مصنف عالیجناب قصد طبع نہ فرماوین اور جس کتاب پر مہر و دستخط شریف مصنف عالیجناب سلمہ اللہ الوہاب کے نہ ہون وہ مال مسروقہ ہے

المشتہر

حسنو خان مالک مطبع

صاحب دکن